اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ

لہ دعوۃ الحق

ماہنامہ **الحق** اکوڑہ خٹک

جلد نمبر: ۲۴
شمارہ: ۶
رجب/شعبان: ۱۴۰۹ھ
مارچ: ۱۹۸۹

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائیلنگ سسٹم
۲۳۵/۲۲۱/۲۲۰
کوڈ نمبر: ۰۵۲۲۱۷

بیاد
حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مدیر:
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
معاون مدیر: مولانا عبدالقیوم حقانی ○ ناظم: شفیق فاروقی

اس شمارے کے مضامین

- نقش آغاز ——— مولانا سمیع الحق ۲
  - متحدہ علماء کنونشن۔ خطبۂ استقبالیہ۔ تحریک انقلاب اسلامی کے اہداف اور متفقہ قرار دادیں
  - مولانا محمد ادریس میرٹھی، جناب منشی عبدالرحمن خان اور مولانا محمد ابراہیم شہید کا سانحۂ ارتحال
- صحبتے با اہل حق ——— شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ۱۵
- جہاد افغانستان کا نازک ترین اور حساس مرحلہ ——— مولانا جلال الدین حقانی ۱۷
- شذرات ——— مولانا عبدالقیوم حقانی ۲۵
  - قادیانیوں کا صد سالہ جشن تشکر۔ سلمان رشدی، جناب خمینی، پس منظر، پیش منظر
  - واخان کو آغانی ریاست بنانے کا خطرناک منصوبہ
- تزکیۂ نفس ——— جناب حکیم محمد سعید کراچی ۳۹
- دید و شنید ——— جناب محمد ثناء اللہ عمری ۴۱
- افکار و تاثرات ——— قارئین بنام ایڈیٹر ۴۷
  - مکتوب برطانیہ / پرویزیوں کی زبان درازیاں
  - کاروانِ آخرت / ماہنامہ بیامی
  - مولانا ابراہیم یوسف باوا / مولانا امین الحق
  - ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری / حکیم محمد سعید
- سر آغا خان کردار و عمل کے آئینے میں ——— جناب ڈاکٹر افضل اقبال صاحب ۵۱
- دارالعلوم کے شب و روز ——— جناب شفیق الدین فاروقی ۵۷
- نذرانۂ عقیدت بحضور قائد شریعتؒ (منظوم) ——— جناب قاری عبدالرحمن اچکزئی ۵۹
- جذبات غم (منظوم) ——— مولانا حکیم عبدالمجید فاضل دیوبند ۶۰
- تعارف و تبصرۂ کتب ——— مولانا سمیع الحق ۶۱

بدل اشتراک: پاکستان میں سالانہ ۵۰ روپے۔ فی پرچہ ۵ روپے۔ بیرون ملک بحری ڈاک ۸ پونڈ۔ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲ پونڈ

سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "الحق" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

- متحدہ علماء کنونشن
- خطبہ استقبالیہ
- تحریک انقلاب اسلامی کے اہداف
- اور متفقہ قرار دادیں
- وفیات

پاکستان کا حالیہ سیاہ انقلاب، حکمران جماعت کے عزائم، لادینیت کا فروغ، مرزائیت اور شیعیت کی تبلیغ اور یلغار، حکومت کا بھرپور تعاون اور سرپرستی، عورت کی حکمرانی، فحاشی اور بے پردگی کے نئے اور بدترین اطوار سے علماء و مشائخ، صالحین قوم اور جمہور مسلمان اور عام شہری ایسی گھٹن محسوس کر رہے تھے جیسے مچھلی کو پانی سے نکال کر باہر رکھنے سے ہوتی ہے۔ پوری قوم پر ذلت و نکبت حیرت و استعجاب اور مایوسی کی فضا طاری تھی۔ وزیر اعظم سمیت کابینہ اور سرکاری مشینری کے تمام کل پرزے بھٹوازم کی مدح و ثنا اور اس کے فروغ اور ترویج میں رطب ملسان ہو گئے۔ نئی امریکی پالیسی، راجیو جی کے عزائم، ماسکو دہلی گٹھ جوڑ اور نئی حکمتِ عملی اور حکومت کی خطرناک خارجہ پالیسی (جس سے مسلمانوں کا قومی اور ملی وجود سخت خطرہ میں پڑ گیا ہے) سے دینی قوتیں، بہی خواہانِ ملت، علماء اور جمہور مسلمان شدت سے اذیت محسوس کرتے لگے۔

جمہور مسلمانوں کی طرح قائد انقلاب اسلامی حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے بھی یہی محسوس کیا کہ جس حکومت کی اساس ہی غلط ہو، جو حقوق اور فرائض کی صحیح تقسیم اور توازن، خوفِ خدا، انسانی جان و مال کے احترام اور فطری فرقِ مراتب پر قائم نہیں، قوم و ملت کے لیے ان کے مستقبل کے اعتبار سے حد درجہ خطرناک ہے۔ جس کے آغازِ کار ہی سے ملک کی مستحکم کشتی میں دسیوں سوراخ پیدا کیے جا چکے ہیں اور ملکی سالمیت کی "نیا"، کو مکمل طور پر ڈبو دیئے جانے کے سنگین حالات پیدا کیے جا رہے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے اپنی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں اور عنداللہ مسئولیت کے احساس، اپنے ماحول اور زمانے سے واقفیت موجودہ نازک اور حساس حالات کی ضروریات، مقتضیات، خطرات سے آگاہی اور ان کے مضمرات کے سدِ باب کے سلسلہ میں، جملہ مکاتبِ فکر کے نمائندہ متحدہ علماء کنونشن کے انعقاد کے سلسلہ میں کسی بھی ممکنہ کوشش سے دریغ نہیں کیا ——— کنونشن کے انعقاد اور اس کو کامیاب بنانے کے سلسلہ میں حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی رہنماؤں، علماء و مشائخ اور مرکز علم دارالعلوم حقانیہ کے اکابر اساتذہ اور مشائخ کے کئی وفود ترتیب دیئے، جنہوں نے آزاد کشمیر سمیت ملک کے چاروں صوبوں کا دورہ کیا، تمام مکاتبِ فکر کے علماء اور مشائخ سے ملاقاتیں کیں، مسلمانوں کے قومی و ملی تشخص کی حفاظت، قومی وحدت اور حالیہ سیاہ ترین اور مایوس کن حالات سے نجات کے لیے مستقبل کے متفقہ لائحہ عمل اختیار کرنے کے سلسلے میں، ۲۷ فروری کے علماء کنونشن میں شرکت کی اپیل کی۔

۲۷ فروری کو اسلام آباد ہوٹل میں کنونشن منعقد ہونا تھا، مالکانِ ہوٹل سے اس کے لیے ایک ہال بھی کرایہ پر لیا گیا تھا۔ مگر عین موقعہ پر حکومت نے مطلقاً اسلام آباد میں، حتٰی کہ بند کمرے بلکہ کسی مسجد میں بھی علماء کے اجتماع پر پابندی عائد کر دی۔ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اس سلسلہ میں مرکزی وزیروں، انتظامیہ اور اربابِ اختیار کو ہر ممکن یقین اور اعتماد دلانا چاہا کہ علماء کنونشن میں کسی بھی فساد، تخریب کاری، جلسہ جلوس یا مظاہرہ کا پروگرام نہیں ہے مگر حکومت اپنی ضد پر قائم رہی۔ جمہوریت اور آزادی رائے کا ہزار ڈھنڈورا پیٹنے کے باوجود اربابِ اقتدار نے علماء امت سے ایک متفقہ اور اجتماعی نقطہ نظر کے اظہار اور ان سے آزادی سلب کرنے کی کوشش میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

بہر حال جب حکومت نے اسے اپنی اَنا کا مسئلہ بنا لیا اور اپنی ضد پر قائم رہی تو مجبوراً علماء نے ایک روز قبل جامعہ اسلامیہ راولپنڈی میں اجلاس کے انعقاد کا فیصلہ کر لیا، جبکہ اس سے قبل دعوت ناموں میں اجلاس کا مقام "اسلام آباد ہوٹل" لکھدیا گیا تھا، انعقاد سے صرف ایک روز قبل اس تبدیلی اور معمولی سی اخباری اطلاع کے باوجود پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ جملہ مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے ہزاروں علماء کا عظیم الشان عہد ساز اور تاریخی کنونشن منعقد ہوا اور الحمدللہ کہ علماء کی مساعی بارآور ہوئیں اور انہوں نے قوم کو اجتماعی خودکشی کی رسوائیوں اور مایوسی کی دلدلوں سے نکال کر انہیں امید اور یقین کی روشنیاں بخش دیں۔

آزاد کشمیر، چاروں صوبوں اور ملک بھر کے تمام اضلاع سے جملہ مکاتبِ فکر کے نمائندہ علماء کے اس عظیم اور تاریخی کنونشن کو آزادی اور جمہوریت کے ہزار دعوؤں کے باوجود ریڈیو اور ٹیلیویژن کی نشریات میں کوئی جگہ نہ مل سکی۔ مگر وزیر اعظم اور مرکزی وزراء کے مخالفانہ بیانات اور تہدیدی نشریات سے قوم کو دوسرے روز ہی اندازہ ہو گیا کہ علماء کنونشن کتنا کامیاب رہا اور ہدف کتنا درست اور صحیح تھا۔ خود وزیر اعظم صاحبہ سمیت تمام سرکاری مشینری نے متحدہ علماء کونسل کے مرکزی رہنماؤں کے خلاف حد درجہ اشتعال انگیز کارروائیوں، یکطرفہ بیانات اور توہین آمیز لب و لہجہ میں علماء حق کی کردار کشی شروع کر دی۔ سرکاری دربار سے وابستہ فتویٰ فروشوں نے عورت کی حکمرانی کے جواز میں فتوے بازی کی، اور بے نظیر صاحبہ کے بعض دیرینہ آشنا بھی دبی زبان میں علماء حق کی اس جہادی مہم کے سدِباب میں سرکار تا مدار کے حق میں بیانات داغنے لگے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۞

مگر علماء حق نے اس سب کچھ کے باوجود صبر و تحمل، برداشت، حکمت و تدبیر اور دانشمندی سے اپنی صفوں کو متحد رکھا۔ دینی مقاصد کے حصول، مکمل نفاذِ شریعت اور اسلامی انقلاب کے لیے دانشمندانہ اور ٹھوس لائحہ عمل کے لیے رہنما خطوط متعین کیے۔ علماء کرام کے صدائے احتجاج، واضح اسلامی مؤقف، قلبی کرب و اضطراب کے اظہار سے اور خالص دینی اور جرأت مندانہ مؤقف اور کردار سے پاکستان سمیت پوری دنیا کے مسلمانوں میں بیداری اور مسرت کی لہر دوڑ گئی اور لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ علماء حق کی موجودگی اور ان کے باہمی اعتماد و اتحاد اور تحریک سے حکومت آسانی سے کوئی نظام یا قانون، اللہ کی شریعت، آسمانی کتاب اور جمہور مسلمانوں کے عقائد کے خلاف نہیں بنا سکے گی اور غیر فطری، غیر شرعی حکومت کو استحکام بھی حاصل

نہیں ہو سکے گا۔ اور اب مسلمانوں میں اسلامیت، دینی حمیت، جذبۂ جہاد و قربانی اور انقلابی کردار کی سپرٹ کو مزید متحرک اور فعال بنایا جا سکے گا تاکہ حال کی طرح مستقبل میں یہ ملک اس سے بدترین اور زیادہ شرمناک المیہ سے دوچار نہ ہو ــــــــ علماء حق نے عام سیاستدانوں کی طرح خود کو اپنے محدود اغراض تک محصور نہیں رکھا اور قوم کے مستقبل کی تقدیر سے آنکھیں بند نہیں کیں ورنہ اس ملک کی خیر نہ ہوتی۔ غیر ملکی سیاسی کارندے اور جمہوریئے رہنما تو "نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری" کے اصولوں کو اپنائے ہوئے ہیں، مگر علماء نے "بانس بھی رہے بانسری بھی" کے اصول پر کاربند رہ کر بانسری کے نغموں کو بدلنے کی کوششیں شروع کر دی ہیں، لادینیت، اباحیت، نفرت اور عداوت کے گیتوں کے بجائے دیانت و شریعت اور شرافت و محبت کے گیت الاپنا چاہتے ہیں ــــــــ بدقسمتی سے سیاستدانوں کو اب بھی اپنی پارٹیوں اور جھنڈوں کی فکر ہوتی ہے، دین اور شریعت بلکہ مملکت تک کی حفاظت کا احساس بھی کسی کو نہیں، سب کی خواہش ہے کہ جو کچھ غلط صحیح ہونا ہے ہمارے جھنڈے کے نیچے اور ہمارے زیر اقتدار ہو۔

مگر الحمد للہ کہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اور ان کے رفقاء علماء حق نے خدا لگتی اور سچی بات قوم کے سامنے رکھ دی، یاس و قنوط اور ذلت و رسوائی کی تاریکیوں میں روشنی کی قندیل لگا دی، امت کی دکھتی ہوئی رگ پکڑ لی، بیماری کی جگہ پر انگلی رکھی ــــــــ قومی علماء کنونشن کے انعقاد کے بعد ملک اور بیرونِ ملک سے اکابر علماء، سکالر، قومی رہنماؤں، دانشوروں، صحافیوں، مدیرانِ جرائد اور عامۃ المسلمین کا ردِ عمل مولانا سمیع الحق صاحب کے نام ہزاروں خطوط، اور پیغامات اور کنونشن کی کامیابی اور تازہ ترین ملکی حالات سے یہ یقین ہو گیا ہے کہ ہمارے ملک کے لوگ سوئے ہوئے ہیں مرے ہوئے نہیں، مرا ہوا دفن کر دیا جاتا ہے، سویا ہوا جگایا جا سکتا ہے۔ ہم کئی بار سوئے کئی بار جاگے، حالات سنگین ضرور ہیں لیکن مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ یقین ہے کہ علماء حق کی قیادت میں قوم اب ایسے جاگے گی کہ اپنے سونے کی سب تلافی کر دے گی۔

اگر خدانخواستہ سیاسی جماعتوں اور دینی تنظیموں نے علماء کرام کے متفقہ لائحہ عمل کا ساتھ نہ دیا تو نہ وہ رہیں گے اور نہ ایسے حالات میں ملک باقی رہ سکے گا، چاہے اس کی پشت پر امریکہ ہو یا روس ــــــــ اگر اپنا گھر بگڑتے دیکھتے ہوئے ہم خود نہیں سنبھالیں گے تو کوئی دوسرا بھی اسے ہرگز نہیں بنائے گا۔

اب کے تازہ ترین حالات میں علماء و مشائخ اور دینی قوتوں کے سامنے فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کا یہ تاریخی اور حکیمانہ جملہ مدِ نظر رہنا چاہیئے:۔

انكم فى رباط دائم لكثرة الاعداء حولكم وتشوف قلوبهم اليكم۔	تم (مسلمان) خود کو مستقل طور پر محاذِ جنگ پر سمجھو اس لیے کہ تمہارے چاروں طرف کثرت سے دشمن پھیلے ہوئے ہیں اور ان کی نیتیں اور نگاہیں ہر وقت تمہارے اوپر ہیں۔

متحدہ علماء کنونشن کے اجلاس کے آغاز میں حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے جو خطبہ استقبالیہ پیش فرمایا، نقشِ آغاز میں وہی پیشِ خدمت ہے، کہ اس میں موجودہ حالات کا تجزیہ اور اہلِ علم، اصحابِ غیرت اور اہلِ بصیرت کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلایا گیا ہے اور اس کے ساتھ وہ تمام قرار دادیں بھی شریکِ اشاعت ہیں جو کنونشن کی دونوں نشستوں میں متفقہ طور پر منظور کر لی گئیں، اور جو علماء کی تحریکِ انقلاب کے اصل اہداف ہیں۔

(عبد القیوم حقانی)

علماء کنونشن میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کا خطبہ استقبالیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محترم علماء کرام مشائخ عظام اور راہنمایانِ ملّت !

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں سب سے پہلے " متحدہ علماء کنونشن " کے منتظمین اور داعیین کی جانب سے آپ سب بزرگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے کنونشن کے مقاصد سے اتفاق کا اظہار کرتے ہوئے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود تشریف آوری کی زحمت گوارا فرمائی۔ اللہ رب العزت آپ حضرات کو اس کا اجر عطا فرمائے اور ہم سب کو توفیق دے کہ ہم آج کے اس عظیم اجتماع میں اپنے دینی وملی فرائض کی بجا آوری کے لیے مثبت اور ٹھوس فیصلے کرسکیں۔ آمین یا الٰہ العالمین

مسلمانانِ گرامی قدر! ملک کے طول وعرض سے مشائخ عظام اور علماء کرام کی ایک بڑی تعداد کو وفاقی دارالحکومت میں تشریف آوری کی زحمت جن مقاصد کے لیے دی گئی ہے ان کی ایک جھلک دعوت نامہ میں آپ دیکھ چکے ہیں ان مسائل کی سنگینی اور حالات کی تیز رفتاری ہم سے جس بیداری، حوصلہ، استقامت اور جہدِ مسلسل کا تقاضا کر رہی ہے اسی کے احساس وادراک کو اُجاگر کرنے کے لیے آج کے اس کنونشن کا انعقاد کیا گیا ہے، اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرات کے ارشادات اور تجاویز سامنے آنے سے قبل زیربحث امور کا ایک ہلکا سا خاکہ اور پس منظر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔

بزرگانِ محترم! زیرِ نظر امور میں سب سے مقدم اور سب سے اہم مسئلہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں نفاذِ اسلام اور شریعتِ مصطفوی علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام کے غلبہ اور بالادستی کا ہے۔ کیونکہ دیگر تمام مسائل اپنی تمام تر سنگینی کے باوجود نفاذِ اسلام سے مسلسل انحراف کا منطقی نتیجہ ہیں، اور جب تک قیام پاکستان کے مقصد کو پورا کرتے ہوئے ملک میں اسلام کے عادلانہ نظام کا مکمل نفاذ اور غلبہ نہیں ہو جاتا اس قسم کے مسائل اور فتنے دن بدن بڑھتے رہیں گے اور انکے سدِباب کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوسکے گی۔

یہ بات درست ہے کہ ملک میں مختلف دینی وسیاسی جماعتیں بالخصوص علماء کرام کی تنظیمیں نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبہ ونفاذ کے لیے مصروفِ عمل ہیں اور ان کی جدوجہد کے اثرات سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ ان تمام جماعتوں اور حلقوں کی جدوجہد کو باہم مربوط اور متحد کیے بغیر وہ مقاصد حاصل نہیں کیے جاسکتے جن کے حصول کیلئے یہ جماعتیں اپنی اپنی جگہ پورے خلوص کے ساتھ کام کر رہی ہیں۔

اس وقت ہمیں نفاذِ شریعت کی جدوجہد کے ساتھ ساتھ اس سلسلہ میں اب تک مختلف ادوار میں ہونے والے اقدامات کے تحفظ کا فکر بھی دامنگیر ہے کیونکہ حالیہ انتخابات کے بعد جس سیاسی پارٹی نے وفاقی حکومت کی زمام کار سنبھالی ہے اس کی نظریاتی اساس سیکولرازم اور سوشلزم پر ہے، اور پارٹی کے لیڈر اگرچہ وقتی مصلحتوں کی خاطر اپنے نظریات کے اظہار

سے گریز کریں لیکن اقتدار میں آنے کے بعد ان کی پالیسیوں کا جو رُخ واضح طور پر نظر آرہا ہے وہ ملک کے سنجیدہ حلقوں کیلئے انتہائی کرب اور اضطراب کا باعث ہے مثلاً :۔

○ وزیر اعظم واضح طور پر اعلان کر چکی ہیں کہ وہ مذہب کے نام پر وحشیانہ معاشرہ قائم کرنے کے حق میں نہیں ہیں ۔ (بحوالہ روزنامہ جنگ لاہور ۱۸ دسمبر ۱۹۸۸ء)

مذہب کے نام پر وحشیانہ معاشرہ سے ان کی مراد اسلامی حدود اور قصاص کے وہ قوانین ہیں جنہیں مغرب زدہ دانشور انسانی حقوق کے مغربی تصورات کے حوالہ سے غیر مہذب اور وحشیانہ قرار دے رہے ہیں۔

○ حکمران پارٹی نے تمام مکاتب فکر کے علماء کے احتجاج اور امتِ اسلامیہ کے اجماعی مؤقف کے باوجود ایک خاتون کو وزیر اعظم بنایا ہے جو پورے عالم اسلام کی تاریخ میں ایک منفی اور افسوسناک روایت کا اضافہ ہے ۔

○ ریڈیو اور ٹی وی کا رُخ تبدیل کر دیا گیا ہے اور میوزک ۸۹ جیسے پروگراموں کا سلسلہ شروع کر کے نئی نسل کو اخلاق باختگی کی طرف دھکیلنے کا آغاز کر دیا گیا ہے ۔

○ عدالتوں سے باقاعدہ سزا یافتہ قاتلوں کو معاف کر کے جرائم کی حوصلہ افزائی کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کے واضح احکام کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ حتیٰ کہ دینی جرائد کے مطابق اس سے کم از کم ان چھ مُرتد قادیانیوں کو بھی فائدہ ملا جو کہ مساجد اللہ میں نماز میں مشغول بے گناہ مسلمانوں کے قتل کے عدالتی مجرم تھے اور سابقہ حکومت نے انہیں پھانسی کی سزا بھی سنا دی تھی ۔

○ قادیانیوں کی سرکاری سطح پر سرپرستی کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے ۔ ایک معروف قادیانی افسر کنور ادریس کو سندھ کا چیف سیکرٹری لگا دیا گیا ہے ۔ ایک قادیانی ڈپلومیٹ مسٹر نسیم احمد کو اقوام متحدہ میں پاکستان کا سفیر مقرر کرنے کی تجویز سامنے لائی گئی ہے اور قادیانی گروہ کی سرگرمیاں سرکاری سرپرستی میں دن بدن بڑھ رہی ہیں۔

○ آٹھویں آئینی ترمیمی بل کو ختم کرنے کا نعرہ لگا کر گذشتہ حکومت کے اسلامی اقدامات مثلاً ۱ وفاقی شرعی عدالتوں کا قیام ۲ قرار دادِ مقاصد کو آئین کا حصہ قرار دینے، ۳ حدود آرڈیننس، ۴ امتناع قادیانیت آرڈیننس اور دیگر اصلاحات کو کالعدم قرار دینے کی کوشش کی جارہی ہے، ۵ شریعت آرڈیننس کو میرے بار بار توجہ دلانے کے باوجود قومی اسمبلی میں پیش نہیں کیا اور اسے کالعدم قرار دے کر اسلامی نظام کی طرف سے کچھ نہ کچھ پیش رفت کو بھی ختم کر دیا گیا۔

(۱) اب تک ہونے والے اسلامی اقدامات کے تحفظ اور

(۲) نفاذِ شریعت کے عمل کو آگے بڑھانے

کے لیے تمام مکاتب فکر اپنی جدوجہد کو مربوط بنائیں اور متحد ہو کر ملک میں نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی اور مکمل نفاذ کے لیے فیصلہ کن جدوجہد کا آغاز کریں۔ اس سلسلہ میں میری تجویز یہ ہے کہ ۱۹۵۱ء میں تمام مکاتب فکر کے سرکردہ علماء کرام کے درمیان طے ہونے والے ۲۲ متفقہ دستوری نکات کو بنیاد بنا کر ایک "کل جماعتی مجلسِ عمل برائے نفاذِ شریعت" تشکیل دی جائے اور

ایک مشترکہ قومی پلیٹ فارم سے شریعتِ مصطفوی علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام کے نفاذ و غلبہ کی جدوجہد کو آگے بڑھایا جائے۔

مسلمانانِ ذی وقار! آج اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ایک خاتون کی حکمرانی نے نہ صرف پاکستان بلکہ عالمِ اسلام کے دینی حلقوں کو جس کرب اور بے چینی سے دوچار کر رکھا ہے اسے الفاظ کے احاطہ میں لانا میرے بس کی بات نہیں ہے، ملتِ اسلامیہ کی تاریخ میں پہلی بار اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں ایک خاتون کا بطور حکمران مسلط ہو جانا اسلام کے واضح احکام اور ملتِ اسلامیہ کے چودہ سو سالہ اجماع سے انحراف ہے جس کو خاموشی کے ساتھ برداشت کرنا نہ صرف یہ کہ کسی باشعور مسلمان کے لیے ممکن نہیں ہے بلکہ یہ خاموشی عذابِ الٰہی کو کھلم کھلا دعوت دینے کے مترادف ہے۔

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی حکمرانی کو عدمِ فلاح یعنی ناکامی سے تعبیر فرمایا ہے، اور قوم کو ناکامی اور نامرادی کی اس ذلت سے بچانے کی سب سے بڑی ذمہ داری علماء کرام اور مشائخ عظام پر عائد ہوتی ہے، اسلیئے ہمارا فرض ہے کہ ہم "متحدہ علماء کنونشن" کے اس پلیٹ فارم سے قوم کو ایک واضح اور ٹھوس لائحہ عمل دیتے ہوئے اس کی تکمیل کے لیے خود آگے بڑھیں تاکہ ملک و قوم کو عدمِ فلاح اور ناکامی کی دلدل سے نکال کر غلبۂ اسلام کے ذریعہ کامیابی کی شاہراہ پر گامزن کیا جا سکے۔

آج پورا عالمِ اسلام پاکستان کے علماء کی طرف دیکھ رہا ہے اور تاریخ کا قلم حرکت میں آنے کے لیے اس بات کا منتظر ہے کہ پاکستان کے علماء و مشائخ اس افسوسناک سانحہ پر خاموش تماشائی کا کردار ادا کرنا پسند کرتے ہیں یا امام احمد بن حنبلؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے جہد و عمل اور ایثار و استقامت کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کرتے ہیں۔

مہمانانِ محترم! قادیانیت کے خلاف ملتِ اسلامیہ کی ایک سو سالہ طویل جدوجہد کے نتیجہ میں اس اسلام دشمن گروہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا اور ۱۹۸۴ء میں امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کے ذریعہ اس گروہ کی اسلام دشمن اور مسلم آزار سرگرمیوں کو کسی حد تک کنٹرول کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن موجودہ حکومت کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد انسانی حقوق کے مغربی تصورات کے حوالہ سے قادیانیوں کو از سرِ نو مسلمانوں کی صفوں میں گھس آنے کا موقع فراہم کرنے کی سازش ہو رہی ہے۔ اس لیے تحریکِ ختمِ نبوت کی اب تک کی پیش رفت کے تحفظ اور اسے آگے بڑھانے کی ذمہ داری بھی علماء و مشائخ پر عائد ہوتی ہے اور ہمیں آج کے ملک گیر نمائندہ اجتماع میں اس بارے میں بھی کوئی واضح اور دوٹوک لائحہ عمل طے کرنا ہوگا۔

حضرات مشائخ عظام و علماء کرام! میں اس سمع خراشی پر معذرت کرتے ہوئے ایک بار پھر آپ سب حضرات کا شکرگذار ہوں کہ پاکستان کے چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر کے دور دراز علاقوں سے تشریف لا کر آپ بزرگوں نے اس عظیم اجتماع کو رونق بخشی، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے خیر دے اور "متحدہ علماء کنونشن" کو پاکستان میں شریعتِ مصطفوی علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام کے غلبہ و نفاذ کا مؤثر ذریعہ بنائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

(سمیع الحق)

تحریک انقلاب اسلامی کے اہداف

اور متفقہ قرار دادیں

قرارداد نمبر۱ عورت کی سربراہی کا مسئلہ

علمائے دین کا یہ عظیم نمائندہ اجتماع کسی بھی سیاسی غرض کے بغیر خالص شرعی بنیاد پر امت مسلمہ کے اُس اجماعی فیصلہ کی توثیق کرتا ہے جو قرآن وسنّت کے واضح دلائل پر مبنی ہے کہ مسلمانوں کی کسی مملکت یا حکومت کی سربراہی کسی عورت کے سپرد کرنا قطعاً ناجائز ہے۔ علمائے دین کا یہ اجتماع یقین رکھتا ہے کہ مسلمانانِ پاکستان اور مسلمانانِ عالم اس شرعی فیصلے کے بموجب درحقیقت کسی عورت کو سربراہ بنانے کے لئے آمادہ نہ تھے۔ اور نہ اب آمادہ ہیں لیکن مظلومیت کے نعرے کی آڑ میں دشمنانِ اسلام کی اندرونی اور بیرونی سازشوں نے مسلمانانِ پاکستان کو یہ روزِ بد دکھایا کہ حکومت کی سربراہی ایک عورت کے حوالے کر دی گئی۔

چونکہ مملکت پاکستان کا قیام اسلام کے نام پر عمل میں آیا تھا اور اس ملک میں اسی کے بنانے والوں نے اسلامی معاشرہ اور اسلامی نظام قائم کرنے کا اعلان کیا تھا اور چونکہ تمام دنیا میں پاکستان کو اسلامی احکام وتعلیمات کی نمائندگی کا مقام حاصل ہے اس لئے اس ملک میں عورت کی سربراہی محض ایک منکر ہی نہیں بلکہ منکر کے خلاف اگر علمائے دین نے جدوجہد نہ کی اور عورت کو سربراہی سے نہ ہٹایا گیا تو اسلامی تعلیمات کے علی الرغم یہ باور کر لیا جائے گا کہ اسلامی شریعت میں عورت کی سربراہی جائز ہے۔

مذکورہ بالا اسباب کی بنا پر علمائے دین کا یہ نمائندہ اجتماع اعلان کرتا ہے کہ وہ عورت کو حکمرانی کے عہدے پر مامور کرنے کے فیصلے کو تبدیل کرنے کے لئے اس وقت تک اپنی جدوجہد جاری رکھے گا جب تک یہ غیر شرعی فیصلہ واپس نہ لیا جائے۔

علمائے دین کا یہ اجتماع پیپلز پارٹی کے مسلم ارکان پارلیمنٹ سے عام طور پر مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اسلام کو بدنام کرنے والی اس صورت حال کو فوری طور پر ختم کریں جس کی وجہ سے تمام دنیا میں مسلمانوں کی رسوائی ہوئی ہے۔

یہ اجتماع پاکستان کے تمام مسلمانوں سے کہتا ہے کہ وہ سیاسی لحاظ سے خواہ کسی پارٹی کا ساتھ دیں لیکن شرعی منکرات میں کسی کا ساتھ دے کر اپنی عاقبت خراب نہ کرے۔

قرارداد نمبر۲ دستور میں آٹھویں ترمیم کا مسئلہ

مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے نمائندہ علماء کا یہ اجتماع حکومت وقت کی اس مہم کی شدید مذمت کرتا ہے جو اس نے دستور کی آٹھویں ترمیم کو کلی طور پر منسوخ کرنے کے سلسلہ میں چلا رکھی ہے۔ علماء کا یہ اجتماع پیپلز پارٹی کو یاد دلاتا ہے کہ ۱۹۷۷ء میں اس پارٹی کی حکومت کے خلاف پاکستان کے عوام نے جو عظیم مہم شروع کی تھی اس کے مقاصد میں انتخابات میں کی جانے والی دھاندلی کا خاتمہ وزیراعظم کے آمرانہ اختیارات میں کمی اور نظام اسلام اور نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام بھی تھا۔

دستور میں آٹھویں ترمیم کے ذریعہ مسلمانانِ پاکستان کے اسی مطالبہ کی تکمیل کرتے ہوئے ۱۹۷۳ء کے دستور میں نفاذِ اسلام کو یقینی بنانے کے لئے بہت سی اہم ترمیمات کی گئیں۔ مثلاً

۱۔ پارلیمنٹ (شوریٰ) اور صوبائی اسمبلی کی رکنیت کے لئے اسلام کے علم و عمل کو لازمی قرار دیا گیا۔

۲۔ بانیانِ پاکستان کی منظور کردہ قرار داد مقاصد کو جس میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اسلام کی بالادستی کا اقرار کیا گیا ہے دستور کا مؤثر جزء بنایا گیا۔

۳۔ وفاقی شرعی عدالت کے ذریعہ ملک میں رائج غیر شرعی قوانین کی منسوخی کا اہتمام کیا گیا۔

۴۔ سپریم کورٹ میں شریعت بنچ قائم کر کے شرعی فیصلوں کے لئے معقول انتظام کیا گیا۔

۵۔ قادیانیوں کی مسلمانوں سے کلی علیحدگی کو یقینی بنایا گیا۔

۶۔ پاکستان کی بنیاد ”جداگانہ انتخابی نظام“ کو جاری کر کے مسلمانوں کے معاملات میں قادیانیوں اور غیر مسلموں کی مداخلت کو ختم کیا گیا۔

۷۔ اسلامی نظریاتی کونسل میں توسیع کی گئی۔ کسی عالم دین کو اس کا چیئرمین مقرر کرنے کی گنجائش پیدا کی گئی۔

۸۔ مارشل لا دور میں نافذ کئے جانے والے بے شمار ایسے قوانین کو تحفظ دیا گیا جو قوانین شریعت کے نفاذ سے متعلق ہیں مثلاً :-

۱۔ زکوٰۃ و عشر آرڈی ننس۔

۲۔ احترام رمضان آرڈی ننس۔

۳۔ حدود آرڈی ننس

دستور میں یہ ترمیمات اگرچہ مارشل لا کے ذریعہ کی گئیں لیکن یہ درحقیقت مسلمانانِ پاکستان کے اس عام مطالبے کی تکمیل کی غرض سے کی گئی تھیں جو وہ اسلام کو نافذ کرنے کے لئے کرتے چلے آئے تھے۔ پھر ان ترمیمات کی توثیق

بالغ رائے پر منتخب ہونے والی اس قومی اسمبلی نے کی جس کو موجودہ حکومت سے زیادہ ووٹ ملے تھے۔

علماء دین کا یہ نمائندہ اجتماع اس حکومتی پارٹی پر واضح کر دینا چاہتا ہے جس نے کل درج شدہ ووٹوں میں سے بمشکل ۱۶ فیصد ووٹ اور کل ڈالے جانے والے ووٹوں میں سے بمشکل ۳۹ فیصد ووٹ حاصل کئے ہیں۔ کہ وہ مسلمانانِ پاکستان کے جذبات سے کھیلنے کی کوشش نہ کرے۔ مسلمانانِ پاکستان دستور کی اسلامی دفعات کو اور بہتر بنانے کی ضرورت کو تو تسلیم کرتے ہیں لیکن ان دفعات کی تنسیخ یا ان میں کسی کمی کو ہرگز گوارا نہ کریں گے اور اگر حکومت نے اپنی مہم بند نہیں کی تو خود اس کے حق میں اس کے نتائج بے حد خطرناک ہوں گے۔

قرارداد نمبر ۳　مجاہدین افغانستان کو مبارک باد

ملک کے تمام مکاتبِ فکر کے علماء کرام و مشائخ عظام کا ملک گیر نمائندہ کنونشن جہاد افغانستان کے ساتھ مکمل یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے روسی افواج کی ذلت آمیز پسپائی اور منتقلہ عبوری حکومت کے قیام کے مراحل میں کامیابی پر افغان مجاہدین کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہے۔

علماء کنونشن کی رائے میں افغان مجاہدین نے جہاد فی سبیل اللہ کی عظیم اسلامی روایات کو زندہ کرتے ہوئے بے مثال قربانیوں اور جاں گسل جدوجہد کے ذریعہ عالمِ اسلام میں فریضۂ جہاد کے احیاء و فروغ کے لئے لائق تحسین کردار ادا کیا ہے۔ یہ کنونشن ان اطلاعات پر تشویش و اضطراب کا اظہار کرتا ہے کہ افغانستان میں مجاہدین کی شرعی حکومت کو روکنے کی عالمی سازشوں میں حکومتِ پاکستان بھی در پردہ شریک ہو چکی ہے اور اس بارے میں افغان مجاہدین کی قیادت پر مسلسل دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔

یہ کنونشن افغانستان کی عبوری حکومت کے صدر (امیر) پروفیسر صبغۃ اللہ مجددی۔ وزیر اعظم جناب عبدرب الرسول سیاف اور دیگر تمام عہدہ داروں جناب مولانا محمد یونس خالص جناب مولانا محمد نبی محمدی۔ جناب گلبدین حکمت یار۔ جناب پروفیسر برہان الدین ربانی اور جناب پیر سید احمد گیلانی کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے افغانستان میں ان کی مکمل حکومت کے قیام و استحکام تک مجاہدین کی بھرپور حمایت و تائید جاری رکھنے کا اعلان کرتا ہے۔

یہ کنونشن حکومتِ پاکستان اور دیگر مسلمان حکومتوں سے خصوصاً اور دنیا بھر کی آزادی پسند حکومتوں سے عموماً یہ مطالبہ کرتا ہے کہ افغان مجاہدین کی عبوری حکومت کو فوری طور پر تسلیم کر کے اس کی عملداری کے لئے تمام وسائل کو بروئے کار لایا جائے۔ علماء کنونشن ان خبروں کو گہری تشویش کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ کہ روسی افواج کی واپسی کے بعد افغانستان میں بھارتی مشیروں اور فوجوں کے داخلہ کی سازش کی جا رہی ہے جو افغان عوام کے جہادِ حریت کو سبوتاژ کرنے اور عالمی رائے کو دھوکہ دینے کی ایک مذموم کوشش ہے۔

علماء کنونشن یہ طے کرتا ہے کہ "متحدہ علماء کنونشن" کا ایک نمائندہ وفد افغان مجاہدین کے تمام قائدین سے ملاقات

ر کے پاکستان کے علماء اور عوام کی طرف سے ان کے ساتھ یک جہتی اور حمایت کا اظہار کرے گا۔

قرارداد نمبر ۴ سلمان رشدی کی مذمت

جمہور علماء کا یہ اجتماع سلمان رشدی کی اسلام دشمنی، پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس کی رزہ سرائی اور دیدہ دہنی پر شدید نفرت اور غم و غصہ کا اظہار کرتا ہے۔ یہودیوں کے زرخرید لوگ آئے دن اسلام ور شعائرِ اسلام کو اپنے طنز و تمسخر کا نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ اسرائیل، امریکہ اور یورپ کی اسلام دشمن حکومتیں ن کی پشت پر ہوتی ہیں۔ اور اجتماعی طور پر مسلمانانِ عالم کی دل آزاری کی جاتی ہے۔

ان مکروہ کوششوں کا محرک اس کے سوا کچھ نہیں کہ ان لوگوں کے دلوں میں اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و عناد ہے۔ اور جب بھی ان کو موقع ملتا ہے وہ مسلمانوں کی دل آزاری، اور اشتعال انگیزی سے نہیں چوکتے۔

سلمان رشدی کی کتابوں کو یورپی حکومتوں کی سرپرستی حاصل ہے۔ مستند اخباری اطلاعات کے مطابق سرائیل نے سلمان رشدی کو اپنے علاقہ میں قیام کرنے اور اس کی کتابوں کو مزید پھیلانے کی پیش کش کی ہے اور اب غرب میں یہ نعرہ پوری قوت سے لگایا جا رہا ہے کہ روس کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو کچل دینا چاہیئے۔ اس طرح تمام غیر مسلم طاقتیں، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہو رہی ہیں۔

کروڑوں مسلمان اپنے نبیؐ کی حرمت و تقدس پر نچھاور ہونے کے لئے تیار ہیں۔ چاہیئے تھا کہ حکومت پاکستان ن بدترین اسلام دشمنی پر حرکت میں آتی اور اس قبیح جرم پر یہودی گماشتہ کا تعاقب کرتی، لیکن افسوس ہے کہ اس مسلہ میں حکومت کی طرف سے جو کچھ کیا گیا ہے وہ نیم دلانہ زبانی وعدوں کی حد تک محدود ہے۔ تمام علماء کا یہ اجتماع پاکستان سمیت تمام ممالک کی حکومتوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ان سنگین جرائم کا سختی سے نوٹس لیں۔ اپنا اثر سوخ استعمال کر کے اس کتاب کو مغربی ممالک میں بند کرائیں۔ اور اس کے مصنف کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کا اہتمام کریں ور اس کے لئے تمام تر سیاسی اور سفارتی کوششوں کو بروئے کار لایا جائے۔ نیز اس کتاب کے ناشرین کی تمام مطبوعات کا مکمل بائیکاٹ کر کے ان کی مطبوعات کا داخلہ تمام مسلم ممالک میں ممنوع قرار دیا جائے۔

سلمان رشدی کی دریدہ دہنی کے مقابلہ میں اپنے جذبات کا اظہار کرنے کے لئے پچھلے دنوں اسلام آباد اور بمبئی میں مسلمانوں نے جلوس نکالے لیکن دونوں جگہ ان پر گولیاں برسائی گئیں اور متعدد افراد کو شہید کیا گیا۔ یہ اجتماع س ظالمانہ بربریت پر دونوں حکومتوں کی مذمت کرتا ہے۔

قرارداد نمبر ۵ اسلامی جمہوری اتحاد سے مطالبہ

یہ کنونشن چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر کی حکومتوں بالخصوص پنجاب میں اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ دستور کے تحت صوبائی اختیارات کی حدود میں نفاذِ اسلام کے لئے عملی اقدامات کئے جائیں۔

یہ کنونشن محسوس کرتا ہے کہ چونکہ اسلامی جمہوری اتحاد نے "اسلامی قوانین کی بالادستی" کے منشور پر انتخابات میں حصہ لیا تھا اور پنجاب میں اسی تشخص پر صوبائی حکومت قائم کرنے میں اسے کامیابی ہوئی ہے اس لئے پنجاب حکومت پر اس بات کی سب سے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ نفاذِ اسلام کی طرف عملی پیش رفت کرے اور ایسے عملی اور مؤثر اقدامات کا آغاز کرے جو پورے ملک میں "اسلامی قوانین کی بالادستی" کا پیش خیمہ ثابت ہو سکیں۔

قرارداد نمبر ۶ — موجودہ حکومت کی قادیانیت نوازی

ملک کے تمام مکاتبِ فکر کے علماء کرام کا نمائندہ کنونشن اس صورتِ حال پر گہری تشویش و اضطراب کا اظہار کرتا ہے کہ ملک میں سیاسی تبدیلیوں کے ساتھ قادیانی گروہ کو سرگرمیوں کی ازسرِ نو کھلی چھٹی دے دی گئی ہے۔ قادیانی روزنامہ الفضل کا دوبارہ اجرا۔ سندھ میں قادیانی چیف سیکرٹری کنور ادریس کا تقرر اور اقوامِ متحدہ میں قادیانی ڈپلومیٹ نسیم احمد کو سفیر مقرر کرنے کا اعلان اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ قادیانی گروہ کی سرکاری سرپرستی کی پالیسی کو فروغ دیا جا رہا ہے۔

یہ اجتماع حکومت کی قادیانیت نواز پالیسی کی شدید مذمت کرتے ہوئے مطالبہ کرتا ہے کہ یہ پالیسی ختم کی جائے اور قادیانیوں کی وطن دشمن اور مسلم آزار سرگرمیوں کا مؤثر سدّباب کر کے پاکستان اور ملتِ اسلامیہ کو ان کی سازشوں سے نجات دلائی جائے۔

قرارداد نمبر — نفاذِ شریعت آرڈیننس ۱۹۸۸ء کا مسئلہ

جمہور علماء کا یہ نمائندہ اجتماع اس بات پر اپنی گہری تشویش کا اظہار کرتا ہے کہ موجودہ حکومت کے مجرمانہ تغافل کے نتیجہ میں "نفاذِ شریعت آرڈیننس" کالعدم ہو گیا ہے۔ جب سے موجودہ حکومت برسرِ اقتدار آئی ہے اس وقت سے ملک کا دینی تشخص پامال اور اس کا قبلہ تبدیل کیا جا رہا ہے۔ شریعت آرڈیننس میں بعض ایسے دوررس اقدامات عمل میں لائے گئے تھے جن کی رو سے عدالتی، تعلیمی اور معاشی اصلاحات کا راستہ کھلتا تھا لیکن یہ آرڈیننس چونکہ ایک ایسے وقت جاری ہوا تھا جب قومی اسمبلی موجود نہیں تھی اس لئے اس میں بعض خامیاں بھی رہ گئی تھیں۔ قومی اسمبلی کے وجود میں آنے کے بعد اس آرڈیننس کو ان خامیوں سے پاک کر کے مزید مستحکم بنانے کی ضرورت تھی۔ لیکن موجودہ حکومت نے آرڈیننس کو بار بار توجہ دلانے کے باوجود اسمبلی میں پیش کرنے کے بجائے اسے کالعدم ہونے دیا۔ اور ملک میں اسلامی قوانین کی عملداری روکنے کے لئے ایسا خاموش طریقہ اختیار کیا جس کا عوام کو علم بھی نہ ہو سکے۔

یہ کارروائی پیپلز پارٹی کی حکومت نے کی ہے جو اسلام کو اپنا دین کہتی ہے شریعت آرڈیننس کا کالعدم ہونا

برسرِ اقتدار طبقہ کی اس نیت کی غمازی کرتا ہے کہ وہ پاکستان میں اسلام کو پھلتا پھولتا دیکھنا نہیں چاہتے۔ بلکہ اس کو لادینیت کے راستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں۔

لہذا یہ اجتماع ارکانِ پارلیمنٹ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ نفاذِ شریعت آرڈی ننس کے کالعدم ہونے کا نوٹس لیں اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اسے ازسرِنو شرعی طور پر مستحکم کر کے نافذ کرے۔

قرارداد نمبر ۸ ذرائع ابلاغ کا مسئلہ

جمہور علماء کا یہ نمائندہ اجتماع موجودہ حکومت کے ان اقدامات کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتا ہے جن کی رو سے ذرائع ابلاغ کو بدی کے راستہ پر ڈال دیا گیا ہے ان ذرائع سے وابستہ دینی ذہن رکھنے والوں کو یا تو فارغ کر دیا گیا ہے یا ان کو بے اثر بنا دیا گیا ہے اور ان لوگوں کو مسلط کیا گیا ہے جو سیکولر اور لادینی ذہنیت کے حامل ہیں اور ان ذرائع کو نظریۂ پاکستان کی بیخ کنی، فحاشی اور عریانی کے فروغ کے لئے استعمال کر رہے ہیں

اس دوران تفریح کے نام پر ایسے متعدد اخلاق سوز پروگرام نشر کئے گئے۔ جن کا مقصد بدی پھیلانے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ مثلاً "میوزک ۸۹" اور "دھنک"۔ یہ اجتماع حکومت پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہے کہ اس صورتحال کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کیا جائے گا۔ یہ ملک اسلام کا وطن ہے۔ اس کے ذرائع ابلاغ نظریہ پاکستان کو مستحکم کرنے اور خیر پھیلانے کا ذریعہ بنیں۔

اسلامی اقدار کو مجروح کرنے کی مکروہ حرکت سے باز آجائیں۔

قرارداد نمبر ۹ پاکستانی سائنسدانوں کو مبارکباد

جمہور علماء کا یہ نمائندہ اجتماع پاکستان کے ان مایہ ناز سائنسدانوں کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہے جن کی گذشتہ کئی برسوں سے جاری شبانہ روز کوششوں کے نتیجہ میں بحمد اللہ پاکستان کو دفاعی پیداوار میں اہم ترین کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں۔ یہ اجتماع ان ماہرین کو اور پاکستان کی مسلح افواج کو اس عظیم کامیابی پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے سائنس اور ٹیکنالوجی میں اعلیٰ مہارت اور خود کفالت کا حصول پاکستان اور عالم اسلام کے تحفظ کے لئے ناگزیر ہے۔ یہ اسلام کا عائد کردہ لازمی فریضہ اور مقدس عبادت بھی ہے۔

یہ اجتماع سمجھتا ہے کہ پاکستانی سائنسدان ملتِ مسلمہ کا عظیم اثاثہ ہیں جو امت کی طرف سے یہ فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں، ہر مسلمان کو بجا طور پر ان سے یہ توقعات ہیں کہ وہ جدید ترین ٹیکنالوجی بشمول نیوکلر ٹیکنالوجی میں مہارت اور خود کفالت کی طرف تیزی سے قدم بڑھاتے رہیں گے ۔

وفیات

صدر وفاق المدارس حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے رفیقِ خاص، جامعہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے استاذِ حدیث، وحدتِ امت کے داعی، ایک محقق مدرس اور ادیب حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ بھی ۲ر فروری ۱۹۸۹ء اس دارِ فانی سے انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم اسلاف کی یادگار، سلف صالحین کا نمونہ، سراپا عجز و انکسار، فرائض و سنن کے پابند اور امت کے اتحاد کے لیے ہر وقت فکرمند رہتے تھے۔ عالم باعمل اور عزم و ہمت کے عظیم پیکر تھے۔ مرکز علم دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی حضرت شیخ الحدیثؒ سے گہرا تعلق تھا۔ درسِ حدیث، تفسیرِ قرآن اور عربی ادب ان کا خاص شغل تھا۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا اعزاز علیؒ جیسے اساطینِ علم سے تلمذ کی سعادت اور استفادہ کیا، پھر حضرت بنوریؒ کی رفاقت اور ان کی معاونت سے ان کو خدمت اور اشاعتِ علم کے بہترین مواقع میسر ہوئے۔ مرحوم نہیں رہے مگر ان کے ہزاروں تلامذہ، ان کے بے مثال دینی خدمات ان کے لیے عظیم صدقہ جاریہ ہیں۔ دینی مدارس کے اتحاد اور وفاق کی ترقی اور اس سلسلہ میں ان کی تاریخی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ ادارہ جامعہ العلوم الاسلامیہ، وفاق المدارس اور مرحوم کے جملہ پسماندگان اور تلامذہ و رفقاء کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ باری تعالیٰ مرحوم کو بلند درجات اور آخرت کی ترقیات اور اپنی رضا و رحمت سے مالا مال فرمائے۔ آمین

جناب منشی عبدالرحمٰن خانؒ ۱۶ر رجب ۱۴۰۹ھ کو ممتاز مؤرخ، نامور سکالر، عظیم مصنف جناب منشی عبدالرحمٰن خان بھی اس دارِ فانی سے دارِ آخر کو رحلت فرما گئے۔ مرحوم ایک فعال، متحرک اور ہمہ وقت علمی اور مطالعاتی فکر و کاوش میں مصروف رہتے تھے علم و ادب، مذہب و سیاست، تاریخ ثقافت اور دیگر جنرل معلومات، شاید ہی کوئی ایسا موضوع ہو جس پر موصوف نے کوئی کتاب نہ لکھی ہو۔ مرحوم ذہناً مسلم لیگی تھے اور علماء دیوبند میں حضرت تھانویؒ سے گرویدگی کی حد تک محبت تھی۔ مرحوم کی سوانح اُن کی اپنی وقیع تالیف "کتابِ زندگی" ہے جو حد درجہ دلچسپ اور زندگی کے اہم تجربات اور بعض مشکل ترین مراحل میں سبق آموز اور مفید راہنمائی کا ذریعہ ہے۔ مرحوم نہیں رہے لیکن تصنیفات اور تالیفات اور رفاہِ عامہ کے مختلف اداروں کا عظیم صدقہ جاریہ پیچھے چھوڑ گئے ہیں جو انکے رفعِ درجات کا ذریعہ بنتا رہے گا۔ باری تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اور اپنی بے پناہ رحمتوں سے نوازے۔ آمین

مولانا حافظ محمد ابراہیم شہیدؒ مولانا حافظ محمد ابراہیم فاضل دارالعلوم حقانیہ، اسی سال دارالعلوم سے فارغ ہوئے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ اور اکابر اساتذہ سے دستار بندی کرائی پھر اجازت لے کر جلال آباد کے حالیہ معرکہ کارزار میں شریک ہو گئے، بڑی استقامت اور عزیمت سے مقابلہ کرتے ہوئے سرخیل کے مقام پر گذشتہ ہفتے شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ـــ مرحوم بڑے مخلص، منکسر المزاج، ایک ذی استعداد عالم اور جہاد و قربانی کے جذبہ سے سرشار تھے، ان کی بڑی تمنا شہادت تھی اور وہ کثرت سے اپنے احباب سے اس کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ باری تعالیٰ نے ان کی تمنا پوری کر دی اور خلعتِ شہادت سے سرفراز فرمایا۔ دعا ہے کہ باری تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔

بیا بہ مجلس شیخ الحدیثؒ

افادات : شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

ضبط وترتیب :۔ مولانا عبدالقیوم حقانی

صحبتے با اہل حق

وسوسہ اور اس کا علاج ارشاد فرمایا جس شخص کو وسوسہ کی بیماری لاحق ہو جائے تو اس کا علاج یہ ہے کہ وسوسہ کے مقتضیٰ پر عمل نہ کرے۔ وسوسہ کی آمد کی پرواہ نہ کی جائے دل تو ایک گذرگاہ اور سڑک ہے اس پر بس، چھکڑا، ڈیزل گاڑی، ٹرک اور ہر قسم کی ٹریفک کے علاوہ عام حیوانات اور انسان گذرتے ہیں اور اس پر شاہ کا بھی گذر ہوگا اور گدا کا بھی۔ اور چیتے اور کتے کا بھی۔ اگر راہ چلتے ہوئے کتے کے ساتھ چھیڑ کی جائے تو وہ ضرور ضد میں آجائے گا اور مزید نجاست کا باعث ہوگا۔ اسی طرح وسوسہ بھی دل کی گذرگاہ میں گذرتا ہوا ایک شیطان ہے۔ اس کے ساتھ جس قدر بھی چھیڑا جائے گا اتنا ہی وسوسہ زیادہ ہوگا۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم اور آمنت باللہ کہہ کر بائیں جانب تھوک دینا چاہئے۔ یہ درحقیقت شیطان کے منہ پر تھوکنا اور اس کو ذلیل کرنا ہے۔ وسوسہ آنے سے شیطان کو بہت خوشی ہوتی ہے۔ اگرچہ اللہ والوں پر اس کا اثر نہیں ہوتا۔ تاہم شیطان کو یہ مسرت رہتی ہے کہ ایک مطمئن شخص کو وسوسہ اور احساس وسوسہ کے غم میں مبتلا کر دیا ہے۔

مامون کی ذہانت اور احترام کا دلچسپ لطیفہ ارشاد فرمایا۔ زبیدہ نے ایک روز ہارون الرشید سے شکایت کی کہ آپ میرے بیٹے امین کی اتنی قدر نہیں کرتے جتنا کہ ایک باندی کے بیٹے مامون کی کرتے ہیں۔ اتفاقاً اسی وقت امین اور مامون دونوں درسگاہ سے گھر واپس لوٹے۔ ہارون الرشید وضو کر رہے تھے اور ان کے ہاتھ میں سواک (مسواک) تھا۔ ہارون الرشید نے امین سے پوچھا ما فی یدی؟ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ امین نے کہا سواک۔ پھر ہارون الرشید نے پوچھا اس کی جمع کیا ہے "مساویک"۔ پھر ہارون الرشید نے مامون سے دریافت کیا ما فی یدی؟ اس نے جواب دیا سواک۔ پھر پوچھا اس کی جمع تو مامون نے مساویک کہنے کی بجائے "ضد محاسنک" کہا۔ کیونکہ "مساویک" (آپ کی برائیاں) میں بے ادبی کا ایہام ہے۔ اور ضد محاسنک میں ادب و احترام اور اصلی معنی کی زبردست تلمیح موجود ہے۔ تو ہارون الرشید نے زبیدہ سے کہا دیکھ لیا امین اور مامون میں کتنا فرق ہے۔ ذہانت فرق مراتب کا لحاظ، اور یہ سب باتیں مامون سے زیادہ محبت کا سبب ہیں۔

مسواک کی مقدار اور طریق استعمال ارشاد فرمایا۔ مسواک کی موٹائی خنصر انگل کے برابر طول ایک

بالشت ہونی چاہئے اور ایسے درخت سے ہو جس کے ریشے خوب مضبوط ہوں۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شجر الاراک (پیلو) کی مسواک کا استعمال ثابت ہے۔ مسواک کو دانتوں پر عرضاً اور طولاً استعمال کرنا افضل ہے تثلیث اور ہر بار منہ کا دھونا بھی مستحب ہے۔ موجودہ دور میں برش وغیرہ کا استعمال اگرچہ شرعاً ممنوع نہیں لیکن اگر اس میں ایسے بال ہوں جن کا استعمال شرعاً جائز نہ ہو تو ایسے برش کو استعمال کرنا جائز نہیں اور اگر مسواک نہ ہو تو انگلی وغیرہ سے دانتوں کو خوب رگڑے۔

"لولا علی لہلك عمر" کا پس منظر ارشاد فرمایا۔ اس قول کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک عورت کے اعتراف زنا کی وجہ سے اس پر حد زنا (رجم) کا حکم دے دیا۔ جب عورت کو رجم کے لئے لے جا رہے تھے تو وہ راستے میں خوب کھل کھلا کر ہنس رہی تھی۔ حضرت علیؓ اس کی ایسی کیفیت دیکھ کر سمجھ گئے کہ یہ پاگل ہے۔ اور دماغی خرابی میں مبتلا ہے جب کہ حدود میں مجنونہ کے اقرار کا اعتبار نہیں۔ حضرت علیؓ کی تحریک سے جب دوبارہ یہ مسئلہ حضرت عمر فاروقؓ کے ہاں پیش ہوا تو آپ نے اس عورت سے حد ساقط کر دی اور فرمایا۔

لولا علی لہلك عمر — یعنی اگر حضرت علیؓ رہنمائی نہ فرماتے تو عمر کی ہلاکت یقینی تھی۔

اور مراد یہ ہے کہ ہلاکت عمرؓ کا امتناع بوجہ وجود علیؓ کے ہوا ہے۔

امام بخاری اور احترام مسجد ارشاد فرمایا۔ ہمارے اسلاف مساجد کو اللہ کا گھر سمجھتے تھے اور ان کا حد درجہ احترام کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت امام بخاریؒ مسجد میں تشریف فرما تھے کسی نے ان کے بالوں میں اٹکے ہوئے تنکے کو نکال کر صحن مسجد میں پھینک دیا۔ اس آدمی کے چلے جانے کے بعد امام بخاریؒ اٹھے اور تنکے کو صحن مسجد سے اٹھا کر باہر پھینک دیا کسی نے دریافت کیا تو فرمایا! کہ جس چیز کو ہم بالوں میں پسند نہیں کرتے اس کو خدا کے گھر میں کیونکر پسند کر سکتے ہیں۔

کان میں مسواک رکھنے کی حکمت ارشاد فرمایا! امام ترمذی نے حضرت زید بن خالد کے بارے میں نقل کیا ہے کہ

يشهد الصلوات في المسجد و سواكه على اذنه موضع القلم من اذن الكاتب۔ — حضرت زید جب نماز کے لئے مسجد میں حاضر ہوتے تھے تو ان کا مسواک کان میں اس جگہ رکھا ہوتا تھا جہاں کاتب قلم رکھا کرتے ہیں۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کان اور دل دونوں کا آپس میں گہرا رابطہ اور لطیف مناسبت ہے کان دل کا جاسوس ہے باہر کی باتیں کر اندر دل تک پہنچاتا ہے۔ مسواک کا کان کی جگہ پر رکھنے سے براہ راست اس کا اثر دل پر پڑتا ہے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں کوٹ واسکٹ اور اچکن وغیرہ بہت کم مروج تھے اسلئے مسواک کو اپنی سہولت کے پیش نظر موضع القلم میں رکھ دیا کرتے تھے۔

محمد عادل

دارالعلوم حقانیہ کے عظیم سپوت

جہادِ افغانستان کا نازک ترین اور حسّاس مرحلہ

جہادِ افغانستان کے عظیم جرنیل مولانا جلال الدین حقانی سے انٹرویو

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

اگر میں یہ کہوں کہ میں نے جہادِ افغانستان (پکتیا اور خوست) کے جری کمانڈر مولانا جلال الدین حقانی سے ایک ملاقات میں ایک نہیں دو انٹرویو کئے ہیں، تو غلط نہ ہوگا۔ ایک انٹرویو وہ جس میں آج کے افغانستان کی باتیں تھیں، سیاسی نشیب و فراز کی باتیں اور دوسرا انٹرویو وہ، جس سے مجھے دلچسپی تھی۔ مشاہدات، محسوسات اور جذبات کی باتیں۔ (ان دونوں انٹرویوز کی روداد الگ الگ پیش خدمت ہے۔)

میں جب مولانا جلال الدین حقانی سے ملنے کے لئے بنوری ٹاؤن جا رہا تھا تو میرے ذہن میں یہ احساس ہلکورے لے رہا تھا کہ میں ایک ایسے فرد سے ملنے جا رہا ہوں جس نے دس سال مورچے میں گذارے ہیں۔ اور مورچے بھی افغانستان کے سرد اور سخت پہاڑوں کے۔ اس لئے میں اپنے ذہن میں ایسے نرم اور بے ضرر جملے ترتیب دے رہا تھا جن کے ذریعے میں اپنے سوال بھی پوچھ لوں اور افغانستان کا شیر دل جرنیل مشتعل بھی نہ ہو۔ مگر جب میں چوڑے چکلے ادھیڑ عمر کے "نوجوان" جرنیل سے ملا تو اس کی چھوٹی اور روشن آنکھوں نے مجھے پیغام دیا کہ جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان پھر جب "دوسرے" انٹرویو کا سلسلہ شروع ہوا تو میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے۔ دل کی باتوں کی زبان دل ہی ہوتا ہے۔ اب دل کی بات سنئے۔

میرے ذہن میں دس برس کے جہادِ افغانستان کے حوالے سے مختلف قسم کے سوالات تھے جیسے:۔

* کس مپرسی کے عالم میں جب جہاد شروع ہوا اور آپ نے اس جہاد میں اپنی پہلی گولی چلائی تو آپ کے تاثرات کیا تھے۔
* کبھی مایوسی اور شدید دکھ کا کوئی لمحہ آیا۔
* جب آپ مرتے ہوئے انسانوں کی آخری چیخیں سنتے ہیں یا انہیں تڑپتا ہوا دیکھتے ہیں تو کیا محسوس کرتے ہیں۔

اور ایسی ہی چند مزید باتیں!

افغانستان کی لوک کہانیوں کے کردار مولانا جلال الدین حقانی کی عمر ۵۱ برس ہے۔ نو کم سن بچے اور ایک اہلیہ ہے۔ حقانی نے اپنی زندگی افغانستان کی نذر کر رکھی ہے۔ جب کہ ان کی اہلیہ اور معصوم بچے پاکستان کے ایک مہاجر کیمپ میں عام افغانوں کے ساتھ افغانستان کی آزادی اور حقانی کی آزادی کے لئے دعا گو ہیں۔

مولانا حقانی نے دمرکز علم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں دین کی تعلیم حاصل کی۔ یہیں سے سند فراغت لی۔ دارالعلوم کے بانی و مہتمم شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے خصوصی تلامذہ میں سے ہیں۔ فراغت کے بعد دارالعلوم میں مدرس ہوئے۔ پھر اپنے استاد مولانا عبدالحقؒ کے مشورہ سے افغانستان میں حالیہ انقلاب کے خلاف مصروف جہاد ہو گئے۔) حج بھی کیا اور تبلیغ دین کا فیصلہ کر لیا۔ مگر جب روسی دہریوں نے ان کے وطن پر ڈاکہ ڈالا تو آزادی وطن کو برتر جان کر جہاد کے لئے سر بکف ہو گئے۔ اس جرم کی پاداش میں کئی مرتبہ زخمی ہوئے۔ ۷ مرتبہ جیل گئے۔ ان کی سربلندی کی داستانیں دنیا نے سنیں تو انگشت بدنداں رہ گئی۔ اور اس نے بے یقینی سے انکار میں سر ہلا دیا۔ اس پر مدیر تکبیر نے خود افغانستان کا سفر کر کے حقانی کی شجاعت اور بہادری کے کارنامے دیکھے۔ اور اپنے تاثرات قلم بند کرتے ہوئے انہیں امام شامل کا پرتو قرار دیا۔

مولانا حقانی کا خیال ہے کہ مسلمان جب اللہ کی راہ میں قدم اٹھاتا ہے تو اس کے قلب و نظر میں تاریکی نہیں روشنی ہوتی ہے اور وہ بے یقینی نہیں یقین کا شکار ہوتا ہے۔ اسے اپنی کامیابیوں کا مکمل یقین ہوتا ہے۔ غیر مسلموں کے ہاں کامیابی کا تصور کچھ اور ہے مسلمان کا کچھ اور۔ چڑھے بھی مسلمان کی ہوتی ہے اور ہیٹ بھی۔ مولانا حقانی نے جب پہلی گولی چلائی تو ان کے دل میں فتح کا غرور بھی تھا۔ اور مومن کا عجز بھی۔ بہت سے رشتہ داروں نے ان کو اس "کار لاحاصل" سے باز رکھنے کی کوششیں کی۔ مگر جب انہوں نے اللہ کی راہ میں قدم آگے بڑھانے شروع کئے تو انہوں نے اپنے لئے واپسی کے تمام راستے بند کر لئے۔

جنگیں دکھوں، مایوسیوں اور ابتلاؤں کا خبرنامہ ہوتی ہیں۔ اسی دوران سینکڑوں ایسے مواقع آتے ہیں جب ذہن سن ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور مایوسی گھیراؤ کر لیتی ہے۔ مگر اس مرد مجاہد مجاہد کا دعویٰ ہے کہ اس کے ساتھ کبھی ایسا نہیں ہوا۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ بہادر سپاہی اور عزیز دوست اپنی نگاہوں کے سامنے دم توڑ گئے۔ ان کی شہادت پر دکھ بھی ہوا۔ مگر مایوسیوں نے کبھی گھیراؤ نہیں کیا۔ ہاں! مگر ۱۷ اگست ۱۹۸۸ء کا وہ لمحہ جب عالم اسلام کے بطل جلیل جنرل محمد ضیاء الحق کی شہادت کی خبر فضاؤں میں سفر کرتی ہوئی افغانستان پہنچی تو بے انتہا صدمہ ہوا اور جب شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے سانحہ ارتحال کی خبر سنی تو مولانا حقانی سمیت افغانستان کے تمام محاذ جنگ پر مجاہدین پر سکتہ و حیرت کی کیفیت طاری ہو گئی۔ مگر مایوسی اب بھی نہ پھٹک سکی۔ بلکہ ان کے پیغام نے جذبوں کو مزید جوان کیا اس روح فرسا خبر پر خلقی اور پرچمی کمیونسٹوں نے خوب بغلیں بجائیں۔ اور انہوں نے یہ جانا کہ بس اب جہاد ختم ہوا

حالاں کہ مجاہدین کے عزائم جواں رہے ۔

گذشتہ دس سال افغانستان پر عرصہ محشر کی طرح گذرے ہیں جن میں لاکھوں افراد اپنے دین اور وطن کی حرمت پر نثار ہوئے ۔ یہ ایسے مناظر تھے جنہیں پہاڑ بھی دیکھ کر پانی ہو جاتے ہیں جب کہ مولانا حقانی خود اس خاک و خون سے گذرے ہیں ۔ گذر رہے ہیں ۔ ان کا خیال ہے کہ جب قوموں سے ان کی آزادی اور فیصلے کرنے کا اختیار چھین لیا جائے تو نہ چاہتے ہوئے بھی خون کے سمندر عبور کرنا پڑتے ہیں ۔ جب ہم نے آزادی کا پھریرا بلند کیا تھا کہ زندہ رہیں گے تو آزادی کے لئے اور موت کو گلے لگائیں گے تو بھی آزادی کے لئے ۔

اور دنیا نے دیکھ لیا ہے کہ افغانوں نے اپنا یہ عہد خوب نبھایا ہے اور میں نے یہ عہد کیا ہے کہ میری مولانا حقانی سے اگلی ملاقات کابل میں ہو گی ۔ اسلامی انقلابی افغانستان کے دارالحکومت کابل میں ۔

س ۔ پوری دنیا میں یہ بات شدت کے ساتھ محسوس کی جارہی ہے کہ روس افغانستان سے چلے جانے کے بعد خانہ جنگی شروع ہو جائے گی ۔ اس تاثر کی وجہ کیا ہے ۔ کیا واقعی ایسا ہو گا ؟

ہم انقلاب کے بعد کمیونسٹوں کو پاکستان کا رُخ نہیں کرنے دیں گے

ج ۔ اس خطرہ کا اصل سبب یہ ہے کہ مجاہدین دس سال تک مسلح رہے ہیں مگر بغیر کسی مرکز اور مرکزی کمان کے ۔ ہر کمانڈر آزاد رہا ہے لوگ اسی وجہ سے یہ سمجھ رہے ہیں چوں کہ افغان ایک دوسرے کو مشکل سے قبول کرتے ہیں اور چونکہ یہ مسلح ہیں اس لئے ان کے درمیان تصادم ناگزیر ہے ۔ مگر اس نوعیت کا پروپیگنڈہ کرنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ بقول ان کے خود سر اور غیر منظم افغانوں نے جس طرح دس سال تک دین کے لئے جہاد کیا ۔ ایک سپر طاقت کو ناکوں چنے چبوائے ، وہ دین کی خاطر متحد نہیں رہ سکتے ۔ ہمارا لڑنا ۔ ہمارا متحد ہونا ، کھانا پینا ، اٹھنا بیٹھنا سب جہاد ہے ۔ اور اللہ کے دین کی خاطر ہے ۔ ہمارا یہ جہاد جاری رہے گا ایسی صورت میں تو کسی خانہ جنگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا حقیقت یہ ہے کہ افغانستان میں سارا کنٹرول مجاہدین کے ہاتھ میں ہے اور ان میں مکمل اتحاد اور یکجہتی ہے ۔ وہ اسلامی حکومت کے قیام کے بعد اسلامی انقلاب کی مکمل حفاظت کریں گے ۔ ہو سکتا ہے بعض عناصر انقلاب کو نقصان پہنچانے کے لئے تخریبی کارروائیاں کریں ہم ان پر قابو پانے کی کوشش کریں گے ۔ ہماری کوشش ہو گی کہ کوئی بنکوں ، سرکاری دفتروں ، ڈاکخانوں اور کسی نوع کی تنصیبات پر حملہ نہ کرے ۔ اور بتوفیق الٰہی ایسا ہی ہو گا ۔

تاہم اس سلسلہ میں ایک بات قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ اگر مجاہدین کی مرضی کے خلاف حکومت قائم کی گئی اور اسلامی حکومت قائم نہ کی گئی تو پھر مسائل پیدا ہو سکتے ہیں ۔ ہم لاکھوں جانوں کی قربانی دے کر لایا ہوا انقلاب

ضائع نہیں ہونے دیں گے۔ اس کی حفاظت کریں گے۔

س۔ کچھ عرصہ سے یہ خبریں آ رہی ہیں کہ افغانستان میں مصروف جہاد کمانڈروں پر مشتمل حکومت قائم کی جائے گی جب کہ پاکستان میں موجود مجاہد تنظیموں کو نظر انداز کر دیا جائے گا۔ کیا اس طرح کی کوئی حکومت قائم کرنے کے بارے میں سوچا جا رہا ہے۔

ج۔ یہ درست بات ہے مگر مشروط طور پر۔ افغانستان کے لاکھوں مسلمانوں نے اپنی جانوں اور مال و اسباب کی قربانی صرف اور صرف دین سے وابستگی کی بنیاد پر دی ہے۔ اگر لیڈر متحد نہ ہوئے اور اسلامی انقلابی حکومت کا خواب شرمندہ تعبیر ہوتا ہوا نظر نہ آیا۔ تو پھر افغانستان کی بقا کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔ ہمیں افغانستان کو بھی باقی رکھنا ہے اور انقلاب کو بھی۔ افغانستان میں اگر اسلامی حکومت قائم ہو جاتی ہے تو پھر ہم اس کے دست و بازو ہوں گے۔ اس کی مکمل حفاظت کریں گے۔ ہم سپاہی لوگ ہیں ہمیں عہدوں اور مناصب کا لالچ نہیں ہم افغانستان میں اسلامی انقلاب دیکھنا چاہتے ہیں۔

دنیا میں ایک مسلّم یہ ہے کہ سب سے پہلے سیاستدانوں کو حکومت سازی کی دعوت دی جاتی ہے اگر وہ ناکام ہو جائیں تو پھر مارشل لاء آجاتا ہے اگر ہمارے ہاں بھی خدانخواستہ کوئی ایسی صورت پیدا ہوئی تو ہمیں کوئی اور صورت سوچنا ہو گی۔ مگر واضح رہے کہ یہ صورت مشروط ہے۔

> **واخان کے سلسلے میں کٹھ پتلی حکومت کی کارروائی پاگل پن ہے۔ اگر روس افغانستان میں نہیں لڑ سکا تو آغاخانیوں کی کیا حیثیت ہے؟**

س۔ حال ہی میں کابل میں مارشل لا لگایا ہے۔ کابل انتظامیہ کی اس کاروائی کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں۔

ج۔ مارشل لا وہاں لگایا جاتا ہے جہاں خارجی حالات تو درست ہوں مگر اندرونی حالات خراب ہوں۔ نجیب انتظامیہ کی حالت تو یہ ہے کہ کابل سے باہر کوئی ان کے ساتھ ہے، نہ کابل کے اندر، انہوں نے مارشل لا کس پر لگایا ہے؟ عوام ان کے ساتھ نہیں ہیں وہ مجاہدین کا کابل میں استقبال کرنے کے لئے بے چین ہیں۔ یہ سبب اس مارشل لا کا ہے۔ دراصل وہاں کوئی مارشل لا نہیں ہے یہ محض ایک ڈھونگ ہے

س۔ افغانستان کے لئے کونسا نظام حکومت تجویز کیا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ مجاہدین اس سلسلہ میں مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ حال ہی میں ایک اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے عبوری حکومت کے سابق سربراہ انجنیئر احمد شاہ نے انتخابات ہی کی مخالفت کی جب کہ گلبدین حکمت یار انتخابات بذریعہ متناسب نمائندگی کی بات کرتے ہیں۔

ج۔ میں سیاسی آدمی نہیں ہوں۔ فوجی ہوں۔ دس سال تک افغانستان میں رہا۔ لیکن اس سلسلہ میں ہم تک خبریں پہنچتی رہیں آپس کے ان اختلافات کی وجہ سے ہماری بڑی بدنامی ہوئی ہے۔ مگر ہم یہ چیز نہیں چاہتے۔ جہاں تک اختلا

سیاسی معاملات کا تعلق ہے ۔ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ۔ لیکن ہم مجاہدین اور جتنے کمانڈر تھے فیصلہ کیا ہے کہ اگر
ہ اسلامی حکومت قائم کر سکے ۔ جہاد اور اسلام کے اصولوں پر چل سکے ، تو ہم ان کی بھرپور حمایت کریں گے ۔ اس کے
ئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ایسی حکومت بنائیں جو پورے افغانستان کی نمائندگی کر سکے ۔ لیکن بصورت دیگر ہم کمانڈر
ل کر دوسری چیز سوچیں گے ۔

س ۔ کٹھ پتلی حکومت کے خاتمہ کے بعد افغانستان میں شاید آج سے بھی زیادہ ہنگامی حالات پیدا ہو جائیں مطلب
ہے کہ مجاہدین کی حکومت کو بہت سارے مسائل کا سامنا کرنا ہوگا اور امور نمٹانا ہوں گے مثلاً مالیات ، انتظامیہ ،
اع ، تعلیم اور مواصلات وغیرہ ۔ کیا مجاہدین کے پاس اس نوع کے متبادل انتظامات موجود ہیں ؟

ج ۔ انقلاب کے بعد سات جماعتی اتحاد ہی حکومت بنائے گا ۔ اس طرح ایک حکومت چلانے کے لئے سات حکومتیں چلانے
مشینری حاصل ہو جائے گی ۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تمام جماعتوں کے پاس تعلیم و تربیت ، ثقافت ، داخلہ اور خارجہ پالیسیاں
لانے ٹرانسپورٹ ، مالیات ، اطلاعات وغیرہ تمام شعبے بڑی متحرک اور فعال حالت میں موجود ہیں ۔ ایسی صورت میں
ہے تمام مسائل سے نمٹنا مشکل ہو سکتا ہے مگر ناممکن ہرگز نہیں ۔

ہم افغانستان میں مصروفِ جہاد کمانڈر اسلامی حکومت کی مکمل پاسداری کریں گے ۔

س ۔ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق کٹھ پتلی حکومت نے واخان کا علاقہ اسماعیلی فرقہ کے حوالے کر دیا ہے ۔ جن کے بارے
معلوم ہوا ہے کہ وہ ایک آزاد اسماعیلی ریاست قائم کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں ۔ ان خبروں میں کیا صداقت ہے اور
وئی ایسی ریاست قائم ہو جاتی ہے تو مجاہدین کا اس سلسلہ میں کیا رویہ ہوگا ؟

ج ۔ یہ روس نے کیا ہے ۔ پاگل پن ہے اگر روس سپر پاور ہو کر افغانستان میں نہیں ٹھہر سکا ۔ اب وہ آغا خانیوں کو
ہاتھ بن بنا کر جانا چاہتا ہے ۔ تو یہ بالکل حماقت کی بات ہے وہ انشاء اللہ ہمارے سامنے نہیں ٹھہر سکیں گے اس کو
لئے پر بٹھائے جانے والے نقلی سانپ سے مشابہہ سمجھا جا سکتا ہے جو محض دھوکہ ہوتا ہے ۔ پلاسٹک کے سانپ سے
بچانا مشکل ہوتا ہے ۔

س ۔ افغانستان میں قیام امن کے لئے بین الاقوامی کانفرنس کی تجویز سامنے آچکی ہے ۔ اس تجویز کے بارے میں
اپ کا نقطہ نظر کیا ہے ؟

ج ۔ سوال یہ ہے کہ افغانستان میں بدامنی آئی کیسے ؟ امین نجیب اور خلقی اور پرچمی حکومت کے ذریعے نا ۔ روس

اپنے جرائم پر پردہ ڈالنے کے لئے اس طرح کی چالیں چلتا رہتا ہے۔ یہ تجویز بھی کچھ عرصہ قبل کے جنگ بندی کے یک طرفہ فیصلہ کی طرح سے ہے۔ وہ بھی دھوکہ تھا یہ بھی دھوکہ ہے ہم اسے قبول نہیں کریں گے۔

س ۔ چند روز قبل روسی وزیر خارجہ نے اسلام آباد میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے۔ کہ جب تک کابل کی موجودہ انتظامیہ کو شریک اقتدار نہیں کیا جاتا۔ وہاں مستقل امن قائم نہیں ہو سکتا۔ کیا اس طرح کی کسی وسیع البنیاد حکومت کے قیام پر آمادہ ہو جائیں گے ؟

ج ۔ نہیں ہم آمادہ نہیں ہوں گے اصل میں بدامنی کا سبب یہی روس کی کٹھ پتلیاں ہیں ۔ امن قائم نہیں ہو سکتا ۔

س ۔ افغانستان میں روس کی مداخلت کی وجہ سے افغان مسلمان پاکستان ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اب اس طرح کے آثار نظر آرہے ہیں کہ اسلامی انقلاب کے بعد خلق اور پرچمی پاکستان پر یلغار کر دیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انقلاب کے بعد بھی پاکستان کے لئے آسانیاں پیدا نہیں ہوں گی ۔ آپ نے کمیونسٹوں کی پاکستان پر یلغار روکنے کے لئے کوئی بندوبست کیا ہے ؟

ج ۔ جی ہاں ۔ کیا ہے ۔ اسلامی حکومت کے قیام کے بعد بڑے مجرموں کو عدالت میں پیش کر کے ان پر اسلامی قوانین کے مطابق مقدمہ چلائیں گے جب کہ عام لوگوں کے لئے معافی کا اعلان کر دیں گے ۔ تو پھر وہ وہاں سے بھاگ کر کیوں آئیں گے ۔ انہوں نے پہلے افغانستان کو خراب کیا ہے، اب ہم پاکستان کو خراب کرنے کے لئے یہاں آنے کی اجازت نہیں دیں گے

س ۔ خبریں یہ ہیں کہ مجاہدین جن علاقوں پر قبضہ کرتے ہیں وہاں موجود عمارتیں تباہ کر دیتے ہیں ۔ ایسا کیوں کیا جاتا

ج ۔ یہ بالکل غلط ہے ایسا بالکل نہیں ہو رہا ۔ دوران جنگ جو عمارتیں تباہ ہو گئیں یا جن کو نقصان ہوا ۔ تو ہوا ۔ اس کے علاوہ اور کوئی عمارت تباہ نہیں کی جاتی ۔ ہم اپنا گھر تباہ کر سکتے ہیں بھلا ؟

(بشکریہ ہفت روزہ تکبیر)

نمبر ایس ایس ایم ۴۱/۱ے/۸۷
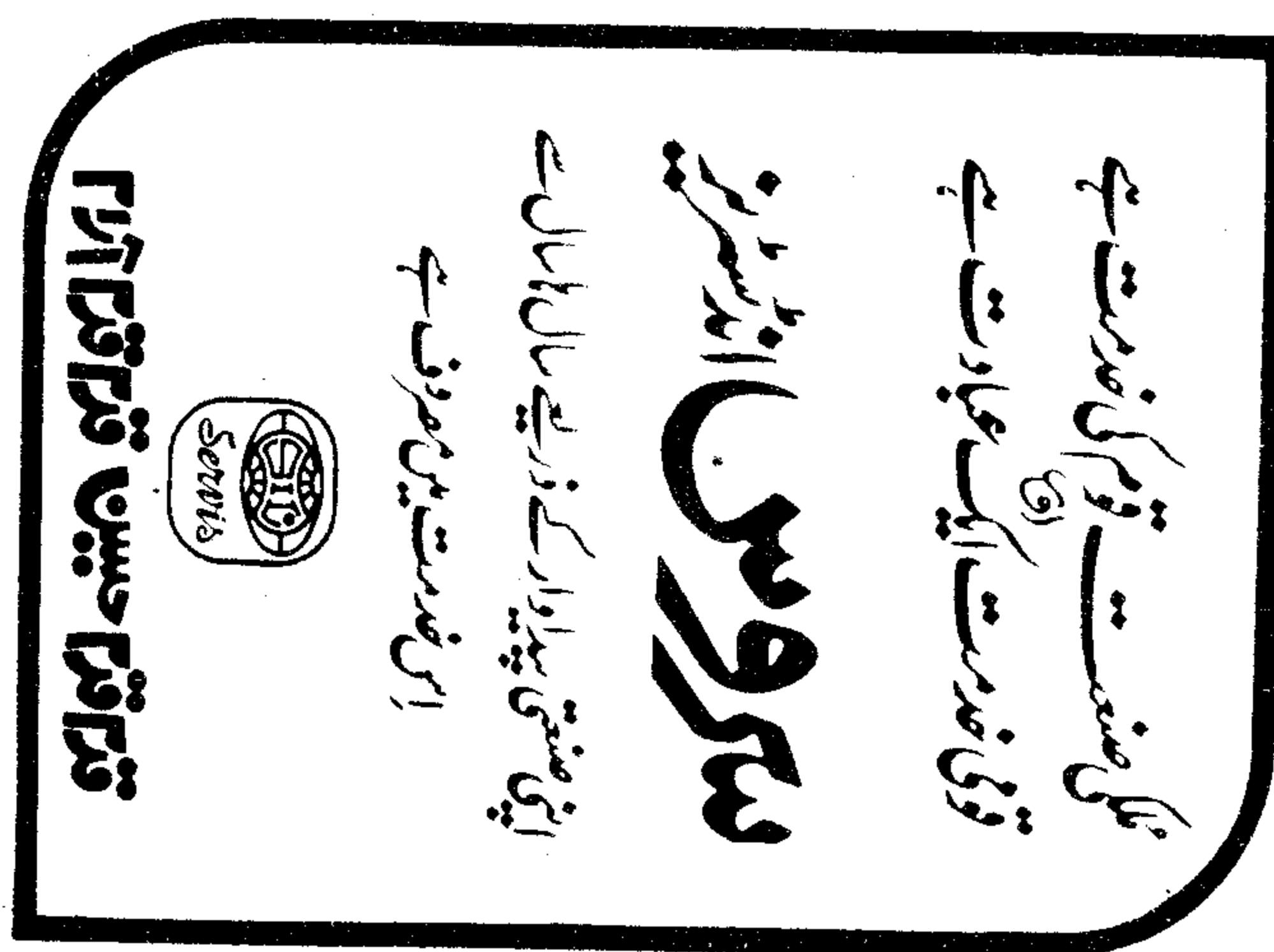
فیڈرل شریعت کورٹ

۱۴۶/۱، مارگلہ روڈ۔ ایف ۶/۳۔ اسلام آباد

مورخہ ۲۷ر فروری ۱۹۸۹ء

پبلک نوٹس نمبر۲۔ ۱۹۸۹ء

شرعی عدالت دستور کی دفعہ ۲۰۳ ڈی کے تحت تعزیرات پاکستان کے ضابطہ ۱۸۶۰ کا جائزہ لے رہی ہے وہ دفعات جو کہ تعزیرات پاکستان میں شامل ہیں اور جن کا تعلق رشوت ستانی وغیرہ سے ہے ان کا مزید جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ ان ضابطوں کا جائزہ انسداد رشوت ستانی ایکٹ ۱۹۴۷ء اور فوجداری ترمیمی ایکٹ ۱۹۵۸ء کے ہمراہ لیا جائے گا۔ وہ جرائم جو ضابطہ کی مذکورہ بالا دفعات میں شامل ہیں۔ بہت ہی تشویشناک نوعیت کے ہیں۔ اور مجموعی طور پر معاشرہ پر بری طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔

اس لئے عوام الناس، علماء، فقہا اور وکلاء سے درخواست ہے کہ وہ اس ضمن میں عدالت کی مدد کریں۔ اور ۱۶ر مارچ ۱۹۸۹ء تک عدالت ہذا کو اپنے نقطۂ نظر سے مطلع کریں اور شریعت کی روشنی میں بتائیں کہ آیا کوئی قانون یا قانون کی کوئی دفعہ اسلام کے اصولوں کے منافی تو نہیں جیسا کہ قرآن مجید اور سنت رسول ؐ میں واضح ہے۔

علاوہ ازیں جو اصحاب اس ضمن میں عدالت ہذا کے سامنے پیش ہونا چاہتے ہیں اور عدالت کی مدد کرنا چاہتے ہیں وہ اپنے تحریری نقطۂ نظر ہائے کے ساتھ تحریری طور پر مورخہ ۱۶ر مارچ ۱۹۸۹ء تک زیر دستخطی کو مطلع کریں۔

(ایس۔ اے۔ نظامی) رجسٹرار

ٹیلی فون نمبر ۸۲۰۵۲۱

PIP (I) 3330/101

مولانا عبدالقیوم حقانی

* قادیانیوں کا صدسالہ جشنِ تشکر
* سلمان رشدی، جناب خمینی، پس منظر اور پیش منظر
* واخان، کو آغا خانی ریاست بنانے کا خطرناک منصوبہ

قادیانیوں کا صدسالہ جشنِ تشکر

پاکستان میں مغرب کی لادین جمہوریت کی بحالی اور نئے سیاسی انقلاب کے بعد جہاں الحاد، زندقہ، دہریت اور فتنہ وفساد کے دسیوں دیگر انواع کے احیاء اور اسلام پر یلغار کا کام تیز ہوگیا ہے وہاں سارقین ختم نبوت، گستاخانِ رسول ﷺ، ناسورِ انسانیت اور عجمی اسرائیل" فتنۂ قادیانیت" میں بھی زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی اور اس نے پھر سے ناموس رسالت ﷺ سے تمسخر واستہزا اور مسلمان ملت سے غداری اور اپنے آقایانِ ولی نعمت کی خوشنودی اور وفاداری کی نئی راہیں اور نئے حربے اختیار کرنا شروع کر دئے ہیں۔ اخبارات کی اطلاع کے مطابق "قادیانی جماعت ۲۳ مارچ سے برطانیہ، پاکستان، بھارت اور دنیا کے دوسرے ۱۱۷ ممالک میں اپنے قیام کی صدسالہ سالگرہ " صدسالہ جشنِ تشکر" کے نام سے منعقد کر رہی ہے۔ پھر سال بھر اسی عنوان سے تمام دنیا میں اجلاس منعقد کئے جائیں گے وجہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت کے بانی مرزا غلام احمد نے لدھیانہ (بھارت) میں ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو اپنی جماعت کے قیام کا اعلان کیا تھا۔ جماعت کا دعویٰ ہے کہ اس کے ۱۲۰ ممالک میں ایک کروڑ سے زائد پیرو کار ہیں۔ مجوزہ صدسالہ جشن کی تقریبات کا مرکز برطانیہ ہوگا۔ لیکن پاکستان اور دوسرے ممالک میں بھی جماعت کے زیر اہتمام یہ تقریبات ہوں گی۔ (روزنامہ جنگ راولپنڈی ۱۵ فروری ۸۹ء)

قادیانیوں کی "تازہ ترین سرگرمیاں اور برطانیہ میں " صدسالہ جشن تشکر" کا اہتمام اور کروڑوں پیرو کاروں کے دعوے اور یہودی پریس کا بھرپور پروپے گنڈہ اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ مرزا طاہر اپنے آقایانِ ولی نعمت کے اشارے سے پاکستان پر سیاسی دباؤ ڈال کر اپنے وجود وبقا، اپنی تحریک کی ترویج اور ارتقاء اور ملک میں فتنہ وفساد اور امت میں پھر سے افتراق وانتشار کا کوئی نیا کھیل کھیلنا چاہتے ہیں۔

اس سے قبل مرزا طاہر نے مشاہیر علماء امت کے نام مباہلے کا چیلنج دے کر شاطرانہ چال چلی اور پریس میں سستی شہرت حاصل کی اور اب یہودیوں کی خطرناک سازش اور پس پردہ ان ہی کی منصوبہ بندی کا مہرہ بن کر پھر سے بساط پر حرکت شروع کر دی ہے۔ مرزا طاہر جو کچھ کر رہے ہیں اپنے پیش رووں کی طرح یہودیوں کے ایماء پر کر رہے ہیں۔

قادیانیت کا وجود ہی برطانوی سرکار کا مرہون منت ہے۔ انگریزوں نے اس جماعت کو اپنے استعماری مقاصد کے لئے جنم دیا اور پروان چڑھایا۔ مرزا غلام احمد کی خود ساختہ نبوت نے انگریزی حکومت کی مضطربانہ خواہش پر "تنسیخ جہاد" کو "ربانی سند" مہیا کی۔ مرزائیوں کے لئے تو دنیائے اسلام کا وجود "دائرہ اسلام" خارج رہا۔ قادیانی ہمیشہ ملک کے اندر اور باہر انگریزی حکومت کے آلہ کار ثابت ہوئے۔ سی آئی ڈی کے اہلکار رہے۔ بظاہر مسلمان کہلا کر مسلمان حکومتوں اور مسلمان امت کو دھوکہ دیتے رہے۔ جنگ عظیم میں برطانوی استعمار کی جاسوسی کرتے رہے اور اب بھی برطانوی مہرے کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے لے کر تا ہنوز مسلمانوں پر اس برعظیم کے اندر اور اس سے باہر ایشیا اور افریقہ میں آزمائش اور ابتلا کے بڑے بڑے دور آئے لیکن مرزائیوں کا وظیفہ نبوت اور وظیفہ خلافت انگریزوں کی خدمت گذاری رہا۔ ان کی پوری تاریخ مسلمانوں کے بارے میں دسیسہ کاری کا ایک المیہ ہے۔

اس حقیقت کا انکار ناممکن ہے کہ مرزائی امت برطانوی استعمار کی داشتہ رہی اور اس نے اپنے نبی اور خلیفہ کے آڑ میں انگریزوں کے مقاصد اور مصالح کی پشتیبانی کا فرض ادا کیا۔ انگریزوں کو اپنے استعمار کی خدمت گذاری اور اپنے موقف کی وفاداری کے لئے بہترین سپاہی اور بدترین جاسوس قادیانیت کی سرزمین ہی سے ملے۔ مسلمانوں کی وحدت کو تاراج کرنے کے لئے مرزا غلام احمد کو اٹھایا گیا۔ مرزا نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں نقب لگا کر ایک استعماری امت پیدا کی۔ اس امت نے دنیائے اسلام میں انگریزوں کی جاسوسی کے لئے برگ و بار پیدا کئے۔ برصغیر کی پوری تاریخ میں قادیانی امت ہی وہ واحد جماعت ہے جس نے انگریزوں کی غلامی کا جواز پیدا کیا اور اس کی خاطر اتنے شرمناک کارنامے انجام دئے کہ اس عظیم غداری کی مثال نہیں ملتی ہے۔

مرزا طاہر احمد اب کی تازہ ترین صورت حال اور پاکستانی سیاسیات میں اپنی وہی حیثیت بحال کرانا چاہتے ہیں جو پاکستان میں متعدد دینی تحریکوں کی ہے۔ کروڑوں پیروکاروں کا دعوے دار، مباہلے کے چیلنج کی طرح اس قسم کے مذموم عزائم میں ناکام رہے گا۔ اگر ان کے پیروکاروں کی تعداد سکھوں جتنی بھی ہو جاتی تو وہ مسلمانوں سے اسی طرح الگ ہو جاتے جس طرح سکھ حقوق کے مسئلے میں ہندوؤں سے الگ ہو کر اپنی منزل کے حصول کے لئے کوشاں ہیں۔

باقی رہی "صد سالہ جشن تشکر" کی وجہ انعقاد ــ آخر یہ کیوں اور کس لئے؟ کہیں پاکستان میں ناپاک سیاسی عزائم یا اکھنڈ بھارت کے منصوبوں کی تکمیل کا نشانہ تو نہیں؟ آخر سو سال میں تحریک قادیانیت نے انسانیت کو کیا دیا؟ اصلاح اور تجدید کا کونسا کارنامہ انجام دیا؟ پوری صدی کے اس پُر شور اور ہنگامہ خیز مدت کا حاصل کیا رہا؟ مرزا غلام احمد کے وسیع اور مہیب کتب خانہ کا خلاصہ اور ماحصل کیا ہے؟ قادیانیت واقعۃً بھی

کوئی تحریک ہے یا انگریز بہادر کی ہاتھ چھڑی اور جیب کی گھڑی؟

آپ ایک جائزہ لیں اور پس منظر میں حالات کا تجزیہ کریں۔ تحریک قادیانیت کا جس زمانہ میں آغاز ہوا اس زمانہ میں یورپ نے عالم اسلام بالخصوص ہندوستان پر یلغار اور مغربی افکار کی یورش کر دی تھی۔ ان کا آزاد نظام تعلیم اور تہذیب، الحاد اور نفس پرستی سے معمور تھی۔ مسلمان معاشرہ مختلف دینی اور اخلاقی بیماریوں اور کمزوریوں کا شکار تھا۔ جاہلیت کی گرفت مضبوط تھی۔ برطانوی حکومت اور مادہ پرست تہذیب کے اثر سے مسلمانوں میں ایک خطرناک اجتماعی انتشار اور افسوسناک اخلاقی زوال رونما ہو چکا تھا۔ اہلکاران حکومت سے مرعوبیت، ذہنی غلامی ذلت کی حد تک مسلط تھی۔ عوام اور محنت کش طبقہ دین کے مبادی اور اولیات سے ناواقف تھا۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ اسلام کے اساسی تعلیمات تک سے بے خبر تھا۔ مسلمانوں کو دین جدید نہیں، ایمان جدید کی ضرورت تھی۔ ایسے نازک وقت میں مرزا غلام احمد اپنی دعوت اور تحریک کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے حقیقی مسائل اور مشکلات سے قطع نظر اپنی تمام ذہنی صلاحیتیں اور علم وقلم کی طاقت صرف ایک ہی مسئلہ پر مرکوز کر دیتے ہیں یعنی "وفات مسیح اور مسیح موعود کا دعویٰ"، اور اس سے جو وقت بچتا ہے وہ حرمت جہاد اور حکومت وقت کی وفاداری کے نذر ہو جاتا ہے۔ ان کی تمام تر مساعی، تصانیف، جدوجہد اور تمام دلچسپیوں کا مرکز مسلمانوں سے نبرد آزمائی اور معرکہ آرائی بن جاتا ہے۔ انہوں نے نئی نبوت کا علم بلند کیا۔ منکرین کی تکفیر کی اور عالم اسلام میں بلاضرورت ایک ایسا انتشار اور ایک ایسی نئی تقسیم پیدا کر دی۔ جس نے مسلمانوں کے مشکلات میں ایک نیا اضافہ اور عصر رواں کے مسائل میں ایک نئی پیچیدگی پیدا کر دی۔ سوائے انتشار و افتراق امت، تکفیر مسلم یا انگریزوں سے وفاداری کی پاسداری کے قادیانی نبی یا قادیانی امت کے پاس کوئی ایسا نظام، پیغام یا حل نہیں ہے جو انسانی تمدن کے لئے جو سخت موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہے کوئی نجات کا لائحہ عمل دے سکے ــــ اس نے غیر مسلم ممالک میں کوئی انقلابی کارنامہ نہیں انجام دیا اس کی جدوجہد کا تمام تر میدان مسلمانوں کے اندر رہے اور نبی امیؐ کی امت کو ہی ڈستے رہنا ہے۔

البتہ قادیانی تحریک کے بانی یا اس کے خلفاء کو اگر کسی چیز میں کامیاب قرار دیا جا سکتا ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے اپنے خاندان اور ورثاء کے لئے سر آغا خان کے اسلاف کی طرح پیش گوئیوں کی ایک مسند اور ایک دینی ریاست پیدا کر دی ہے جس کے اندر ان کو روحانی سیادت اور مادی عیش وعشرت حاصل ہے۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سو سال تک اس تحریک کی بقا واحیاء کا سہرا مرزا غلام احمد قادیانی یا ان کے خلفاء کے سر نہیں بلکہ استعماری قوتوں کے سر ہے۔ اگر برطانیہ سرکار کی پشت پناہی، یہودی استعمار کی حمایت اور لادین حکومتوں کی سرپرستیاں اسے حاصل نہ ہوتیں۔ تو یہ تحریک جس کی بنیاد زیادہ تر الہامات پر ہے خوابوں اور تاویلات

پر ہے۔ یا بے کیف اور بے مغز نکتہ آفرینیوں پہ ہے۔ جس کے پاس عصر حاضر کے لئے کوئی نیا اخلاقی یا روحانی پیغام اور مسائل حاضرہ کو حل کرنے کے لئے کوئی مجتہدانہ مقام نہیں ہے۔ کبھی بھی اتنی مدت زندہ نہیں رہ سکتی تھی" صد سالہ جشن تشکر، کب منایا جا سکتا تھا ـــــ مگر مسلمانوں نے اسلام سے غفلت برتی تو قادیانیت، ایک ذہنی طاعون کی طرح ان پر مسلط کر دی گئی اور اب ۲۳ مارچ کا جشن بھی امت میں پھر سے نئے سرے سے فتنہ و فساد پھیلانے اور مسلمانوں میں دینی حس کو بیخ و بن سے اکھیڑنے، سیاسی غلبہ اور انتشار و افتراق کا مستقل بیج بونے کے پیش منظر میں منعقد کیا جا رہا ہے جو عالم اسلام، بالخصوص حکومت پاکستان تمام رہنمایانِ قوم، دینی اور جملہ مکاتب فکر کی مذہبی قیادت کے لئے ایک چیلنج سے کسی طرح بھی کم نہیں۔

افرادِ ملت آج بھی زندگی، قوت، حوصلہ، ہمت بلکہ برق و شرر سے بھرپور ہیں۔ ہر وقت اپنے جذبۂ قربانی اور جذبۂ ایمانی کا مظاہرہ کرنے کے لئے مضطرب اور بے تاب ہیں مگر قیادت کا فقدان ہے۔ مرکز وحدت ناپید ہے موجودہ حالات میں خالص اسلامی پیغام و دعوت، اور خالص اسلامی انقلاب اور فرقِ باطلہ کا بھرپور تعاقب قوم کی صلاحیت اور بقا و ترقی کی قوت اور فتح کا استحقاق ایک ایسا دشوار ترین سنگین اور پیچیدہ مسئلہ ہے جو خالص مغربی طرز سیاست اور لادین مغربی جمہوریت کے نسخہ یاقوں سے حل نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ مغربی طرز فکر کو مستعار لے کر اس کے تن مردہ میں نئی روح ڈالی جا سکتی ہے۔ بڑے فکر و تدبر، گہری سوچ، دور اندیشی اور خالص انقلابی سطح کے مضبوط اور مربوط لائحہ عمل کی ضرورت ہے۔

سلمان رشدی، جناب خمینی، پس منظر اور پیش منظر

دنیائے انسانیت کا رسوا اور بدترین فرد گستاخ اور شاتم رسولؐ "سلمان رشدی"، کا شیطانی ناول "سٹینک ورسز" پوری مسلم امت کے لئے ایک مسئلہ، ایک چیلنج، غیرت وحمیت کی انگیخت کا ذریعہ، اور اگر عالمی اور قومی راہنما چاہیں تو عشق اور محبت رسولؐ کے مرکزی نقطۂ وحدت پر پوری امت کے باہمی اعتماد اور ملی اتحاد کا وسیلہ بھی بن سکتا ہے ع

یہ دینی جذبات اور محبت رسولؐ ہی ہے جس نے پاکستان سمیت مختلف ممالک میں مسلمانوں کو گولیوں کے سامنے سینہ تاننے اور قربان ہو جانے کا حوصلہ دیا: تاہم سانحہ اسلام آباد میں حکومت پاکستان کا کردار ظالمانہ، وحشیانہ بہیمانہ، شرمناک اور ہر لحاظ سے قابلِ مذمت ہے اور یہ کوئی خلاف توقع امر بھی نہیں اور اس سلسلہ میں ہمیں کل بھی کوئی غلط فہمی نہیں تھی اور آج بھی ہم اسے ایک انہونی یا نئی بات سمجھ کر مصنوعی حیرت و استعجاب

کرنے میں خود اپنے ضمیر کی موافقت بھی حاصل نہیں کر سکتے ع

من ترا از قدت مے شناسم

جہاں تک عالمی اور خود ملکی سطح پر رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم، ازواج مطہراتؓ، بنات مطہراتؓ، خلفاء راشدینؓ، صحابہ کرامؓ اور اہلبیت عظام کی توہین اور گستاخی اور سب وشتم کا معاملہ ہے تو یہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے۔ باہمی تناسب سے دونوں کا جائزہ لیا جائے تو ہر ایک دوسرے سے ہزار چند بڑھ کر ہے اس سے قبل بھی درجنوں سلمان رشدی اس قسم کے سیاہ کارنامے انجام دے چکے ہیں پاکستان میں لاہور کے سلمان رشدی "اکرم عربی" کے سلسلہ میں "الحق" کے جنوری کے شمارہ میں قارئین نے تفصیلات پڑھ لی ہوں گی "تجلیات صداقت" مولوی محمد حسین ڈھکو کی تصنیف ہے پاکستان کے عام بک سٹالوں پر دستیاب ہے۔ اس کے کئی ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔ مصنف نے لکھا ہے کہ "ہم ان (حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ) کو دولت ایمان و ایقان اور اخلاص سے تہی دامن جانتے ہیں" حضرات ثلاثہ (پہلے تینوں خلفائے راشدین) تیمی عدوی اور اموی یو شجرہ ملعونہ فی القرآن کے افراد ہیں۔ اور اسی کتاب کے متعدد اور مختلف عبارات میں پہلے تینوں خلفائے راشدین کو گناہ گار کذاب، خیانت کار، ظالم، غاصب تک لکھا گیا ہے۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بے ایمان ہونے تک کی گالیاں دی گئی ہیں۔

مناظرہ بغداد نامی کتاب میں مولوی محمد حسین جاڑا نے اسلام کے عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ کو زانی اور سیف الشیطان لکھا ہے۔ "سہم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم" میں مصنف مولوی غلام حسین نجفی جنرل سکریٹری وفاق علماء شیعہ پاکستان نے حضرت عمر فاروقؓ کو سیاسی طالع آزما، بے ایمان، ازواج مطہراتؓ پر آوازیں کسنے والا، شرابی، جہنم کا نالا۔ جہنم کا گیٹ۔ اپنی بیوی سے غیر فطری ہمبستری کرنے والا اور اپنی ایک دوسری کتاب "قول مقبول فی اثبات وحدت بنت رسول" میں داماد نبی خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ کو پیغمبرؐ کی لخت جگر حضرت ام کلثوم کی وفات کے بعد اس سے ہمبستری کرنے والا لکھا ہے۔

یہی مصنف آیت "انی جاعلک للناس اماما" کے تحت لکھتا ہے کہ:۔

"اگر اہل دنیا نے ثلاثہ (تینوں خلفاء راشدین) کو امام بنایا ہے تو مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی دنیا نے امام بنایا ہے۔ جناب ابوبکر اور مرزا صاحب میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ دونوں کو اہل دنیا نے منصب امامت دیا ہے۔ (جاگیر فدک ص ۵۰۹) اسی مصنف نے اپنی ایک اور کتاب حقیقۃ فقہ حنفیہ ص ۶۴ میں ام المومنین حضرت عائشہ کو امریکن میم اور یورپین لونڈی لکھا ہے۔

سلمان رشدی واجب القتل ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی کروڑوں لعنتوں کا مستحق، اور اگر تمہارے پہلو میں بھی

کوئی سلمان رشدی کا کردار ادا کرے تو اس سے اعراض کیوں؟ اور ایسی کتابوں کی عام بک سٹالوں پر کھلے بندوں فروخت کی اجازت کیوں؟

انتخابات سے قبل جب ایم آر ڈی کی سب سے بڑی پارٹی کی مرکزی لیڈر نے ڈنکے کی چوٹ اپنے انٹرویوز میں اسلامی قوانین اور احکام کو ظالمانہ اور وحشیانہ قرار دیا تو پورے ملک میں بالخصوص دینی قیادت کی سطح پر قائد انقلاب اسلامی مولانا سمیع الحق ہی تھے جنہوں نے اس ظالمانہ جسارت اور اسلام سے تمسخرانہ رویے کے خلاف آواز اٹھائی اور پھر جب اسی مؤنث پارٹی لیڈر کو وزارت عظمٰی کے لئے نامزد کیا جانے لگا تو اس وقت بھی بڑے بڑے گھاگ سیاستدان، بین الاقوامی شہرت کے حامل لیڈروں اور سیاسی بزر جمہروں میں مولانا سمیع الحق ہی تھے جنہوں نے صدر کو عالم انسانیت اور تاریخ میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدترین رسوائی کے اس اقدام پر ٹوکا، تنبیہ کی، عواقب اور نتائج پر غور کرنے کی دعوت دی اور قوم کو خبردار کیا —— یار لوگ تو اب بھی کہہ رہے ہیں کہ جمہوریت کی گاڑی پٹڑی سے نہیں اترنے دی جائے گی۔ مگر قوم سمجھتی ہے کہ ان کا ہدف کیا ہے۔

تاہم ملکی اور بین الاقوامی سطح پر یہودی اور صیہونی لابی کے بھرپور پروپیگنڈہ سے اور محض سیاسی عزائم کی تکمیل کی خاطر اور اپنی گروہی اور مذہبی جارحیت، سفاکی اور بہیمیت و درندگی پر پردہ ڈالنے کے لئے جناب خمینی صاحب کی جانب سے "سلمان رشدی" کے قتل پر انعام کے اعلان سے قوم کے ذی شعور طبقہ، اصحاب مطالعہ ارباب فکر و نظر اور اہل بصیرت کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔

یہی مرحلہ حق اور ہدایت کو معیار سمجھنے والوں اور عقیدہ صحیحہ اور منصوصات قرآنی کے بارہ میں حمیت اور غیرت رکھنے والوں کے لئے امتحان کا موقعہ ہوتا ہے۔ اور ان کو واضح اعلان حق کی دعوت دیتا ہے۔ پروپیگنڈہ کی ایسی فضاؤں میں "كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ" کا ثواب اور مقام دلانے کا ضامن ہوتا ہے بعض اوقات رجحان عام، کثیر عوام کی پسندیدگی، طاقت و رائے عامہ اور غلط فہمیوں کی وجہ سے بہت سے اہل علم اور اہل قلم کی کسی تحریک کی بھرپور تائید اور عام سیاسی ہوا اور فضا کا رخ بھی "سلطان جائر" کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ گذشتہ ساڑھے سات سال کی تحریک بحالئ جمہوریت اپنے نتائج کے اعتبار سے واضح طور پر حالیہ بدترین اور سیاہ انقلاب کا پیش خیمہ تھی۔ اور جناب خمینی صاحب کا پچھلے دنوں روس اور امریکہ سے محاذ آرائی اور اب گستاخ اور شاتم رسولؐ سلمان رشدی کو قتل کر دینے پر انعام کے اعلان کے بعد عوامی فضا کا ان کے حق میں بدل جانا بھی اسی قبیل سے ہے۔ دونوں تحریکوں کے زمانہ عروج میں ان سے اختلاف اور تنقید بھی کسی سلطنت اور اقتدار سے اختلاف اور تنقید سے کسی طرح بھی کم خطرناک نہیں۔ مگر الحمد للہ کہ علماء حق نے بغیر کسی لومۃ لائم کے اپنی کشتی سمندر میں ڈال دی۔ اور اپنا فریضہ منصبی بھرپور طریقے سے ادا کیا اور ادا کر رہے ہیں۔

تاریخی اعتبار سے اور اقوام عالم کے واقعات اور انسانی نفسیات کے لحاظ سے یہ کوئی نیا باب یا انوکھا واقعہ بھی ہرگز نہیں۔ قرن اول کے خوارج کی تحریک، ساتویں صدی میں باطنیوں کی تحریک، قلعہ المدت اور حسن بن صباح کے کارنامے، علامہ مشرقی کی خاکسار تحریک اور اس سلسلہ کی مختلف تحریکوں کے واقعات آپ کے سامنے ہیں۔ جب حوصلہ مند نوجوان اور اقتدار و سیاسی طاقت کی شمع کے پروانے والہانہ اور خود فراموشانہ کیفیات اور جذبات سے سرشار آگے بڑھے۔ فساد عقیدہ، ضلالت و گمراہی اور دسیوں کج رویوں کے باوصف حوصلہ مندی، مہم جوئی اور تقشف اور جفاکشی کا مظاہرہ کیا توان کی تحریکوں، دعوتوں اور سیاسی شہریوں میں ایسی دل کشی اور ساحری پیدا ہوگئی کہ اچھے اچھے عاقل اور ذکی، دین پسند اور بعض صاحب مطالعہ اور اصحاب فکر و نظر بھی اس کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اور ان کی ثناخوانی اور مداحی سے کسی کو نہ روکا جا سکا۔

اور اب بھی پروپیگنڈہ کی یلغار سے جناب خمینی صاحب کے بارے میں جو تاثر قائم کرایا جا رہا ہے اس سے تو واضح طور پر یہ حقیقت ابھر کر سامنے آگئی ہے کہ عامۃ الناس اور ذمہ داران نشریات و اخبارات کے ہاں مدح و ذم اور تعریف و تنقید کا معیار کتاب و سنت، اسوۂ سلف اور عقائد و مسلک کی صحت نہیں بلکہ اسلام کے نام پر مطلق حکومت کے قیام کا نعرہ، طاقت کا حصول، کسی مغربی طاقت کو للکار، کسی گستاخ رسولؐ کے قاتل کے لئے انعام کا اعلان، کسی شخص کو ان کا محبوب اور مثالی قائد بنا لینے کے لئے کافی ہے ۔۔۔ لاریب لوگ حوصلہ مندی مہم جوئی سے مسحور ہوتے ہیں۔ اور جب اس میں اسلام کی آمیزش بھی ہو تو وہ اور بھی دوآتشہ ہو جاتی ہے۔

مگر کیا مذہبی قیادت، علماء اور دینی قوتیں اور ارباب علم و بصیرت بھی اس کے پس منظر، حقائق اور پیش منظر سے بے خبر ہیں؟ خدا نہ کرے کہ ذمہ داران قوم اور ارباب فکر و نظر کا یہ مجرمانہ سکوت پوری قوم کی ہلاکت اور تباہی کا ذریعہ بن جائے۔

کیا شیعیت اور قادیانیت دونوں میں ختم نبوت کے انکار کی روح مشترک نہیں، علماء، اصحاب مطالعہ اور عام مسلمان یہ جانتے ہیں کہ قادیانیوں اور شیعوں کے علاوہ امت کے تمام فرقوں کے نزدیک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے "**خاتم النبیین**" ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نبوت و رسالت جس حقیقت اور جس مقام و منصب کا عنوان ہے اس کا سلسلہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ پر ختم فرما دیا ہر نبی اللہ کی طرف سے مبعوث ہوتا اور بندوں کے لئے حجت ہوتا تھا۔ اس پر ایمان لانا نجات کی شرط تھا۔ اور وحی کے ذریعے اسے احکام ملتے تھے بندوں پر اس کی اطاعت فرض تھی۔ نبی امت کی ہدایت کا ماخذ و سرچشمہ اور مرجع ہوتا تھا۔ جمہور امت محمدیہ کے نزدیک آنحضرت کے "**خاتم النبیین**" ہونے کا مطلب یہی ہے کہ آپ کے بعد یہ مقام اور منصب کسی کو عطا نہیں ہوگا۔

لیکن شیعہ اثنا عشریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ مقام ومنصب اور سب اختیارات وامتیازات بلکہ ان سے بھی بالاتر مقامات اور درجات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شیعوں کے بارہ اماموں کو حاصل ہیں۔ بارہ امام بھی نبیوں کی طرح بندوں پر حجت ہیں وہ بھی نبیوں ہی کی طرح نامزد، مبعوث، معصوم اور مفترض الطاعت ہیں۔ ان پر نبیوں کی طرح فرشتوں کے ذریعہ وحی بھی آتی ہے ان کو معراج بھی ہوتی ہے۔ ان پر کتابیں بھی نازل ہوتی ہیں۔ ان صفات اور انعامات میں " ائمہ معصومین " نبیوں کے ساتھ شریک ہیں۔ لیکن شیعوں کے نزدیک اس سے بلند مقامات بھی اماموں کو حاصل ہیں۔ جو پیغمبروں کو نہیں۔ مثلاً دنیا ان کے دم سے قائم ہے۔ ان کی پیدائش عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتی۔ وہ ماؤں کی ران سے نکلے ہیں۔ کائنات کے ذرہ ذرہ پر ان کی تکوینی حکومت ہے ان کو "کن فیکون" کا اقتدار اور اختیار حاصل ہے۔ اور ان کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ کسی چیز کو چاہیں حرام قرار دیں یا حلال قرار دیں۔ نیز ان کو " ماکان اور مایکون " کا علم بھی حاصل ہے۔ وہ دنیا اور آخرت کے بھی مالک اور مختار ہیں۔ موت بھی ان کے اختیار میں ہے اور اپنی موت کا وقت بھی جانتے ہیں (ملاحظہ ہو شیعوں کی مشہور اور بنیادی کتابیں اصول کافی اور کتاب الحجہ)

ان تفصیلات کے پیش نظر یہ حقیقت سب پر عیاں ہو جاتی ہے کہ شیعوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم نہیں ہوئی بلکہ وہ تو امامت کے عنوان سے ترقی کے ساتھ جاری ہے۔

جناب خمینی صاحب کی طرح ان کی متعدد کتابیں بالخصوص " الحکومۃ الاسلامیہ " " ولایۃ الفقیہ " اور " کشف الاسرار " بھی منظر پر آئیں اور دنیا میں پھیلا دی گئیں۔ جن میں خمینی صاحب نے پوری صفائی اور طاقت کے ساتھ اپنے عقیدہ امامت اور اماموں کے بارہ میں وہی خیالات ظاہر کئے ہیں جو ان کو مقام ربوبیت تک پہنچاتے ہیں اور ان کو ہر فرشتے اور ہر نبی (بشمول حضرت خاتم الانبیاءؐ) سے افضل ثابت کرتے ہیں۔ اور یہ کہ کائنات اب بھی تکوینی طور پر ائمہ معصومین کے تابع فرمان اور زیر اقتدار ہے (الحکومۃ الاسلامیہ صـ ۵۲)

اسی طرح خمینی صاحب نے صحابۂ رسولؐ بالخصوص حضرات خلفاء ثلاثہؓ کے متعلق صرف جرح اور تنقید ہی نہیں بلکہ سب وشتم کے وہ الفاظ لکھے ہیں جو کسی بڑی سے بڑی ضال ومضل۔ فاسق وفاجر دنیا پرست اور بدترین سازشی جماعت کے لئے آسکتے ہیں بلکہ انہیں کافر اور منافق تک لکھ دیا ہے (کشف الاسرار فارسی ۱۱۳، ۱۱۴)

خمینی صاحب کے مذکورہ کتابوں اور ان کے بنیادی مذہبی عقائد اور نظریات کا ماحصل یہ ہے کہ صحابۂ کرامؓ کی اس جماعت میں جس کی تعداد صرف حجۃ الوداع میں ایک لاکھ سے زیادہ بتائی جاتی ہے اپنے پیغمبر نبی رحمتؐ کی آنکھ بند ہونے کے بعد صرف چار آدمی اسلام پر قائم رہے باقی سب نے معاذ اللہ معصیت وبغاوت اور ارتداد کا راستہ اختیار کیا۔ قرآن مجید سرتاپا محرّف، نامکمل اور تبدیل شدہ ہے۔ ائمہ معصومین اور ان کی امامت کا

درجہ ور مقام نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت سے بھی بلند تر ہے۔ جناب خمینی نے کسی وقت بھی مندرجہ بالا مذموم عقائد سے کسی سیاسی یا مقامی مصلحت سے بھی برأت کا اعلان نہیں کیا اور نہ تا ہنوز ان کے اعلان اور اظہار اور تحریر و اشاعت میں کوئی باک محسوس کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اخلاقی جرأت سے بھی محروم ہیں ورنہ اتحاد بین المسلمین کی خاطر اور اپنے فکر و مطالعہ کی بنیاد پر انہیں اس اعلان سے کوئی چیز مانع نہیں تھی۔ کہ مذکورہ عقائد اسلام کی بنیاد پر تیشہ چلاتے ہیں۔ اس کو دنیا میں بدنام اور بے اعتبار کرتے ہیں اور غیر مسلمان کو دعوت دینے کے راستہ میں سنگ گراں ہیں۔

بہرحال صیہونی پروپیگنڈہ اور یہودی نشریات کی یلغار کے پیش نظر سلمان رشدی کے معاملہ میں جناب خمینی صاحب کو "ہیرو" باور کرایا جا رہا ہے مگر فکر و نظر، عقائد و نظریات، تعلیمات و ہدایات اور اپنی متعدد تصانیف کے آئینہ میں جناب خمینی صاحب کا چہرہ بھی چھپایا نہیں جا سکتا ع

جو چھپ کے بیٹھے بھی اور چہرہ کو چھپائے نہ بنے

ع تیرا وصل در غیر پہ کچھ شک نہیں لیکن
زباں کچھ اور بوئے پیرہن کچھ اور کہتی ہے

آخر جناب خمینی صاحب نے اپنے پیغامات اور مشہور عام بک سٹالوں پر دستیاب تصنیفات میں کونسی کسر باقی چھوڑ دی ہے کہ اس سے صرف نظر کر لیا جائے ؎

مجھے یہ ضد بھی نہیں ہے کہ دن کو رات کہوں
وہ خود بتائیں کہ روشن ہے آفتاب کہاں

اور حقیقت یہ ہے کہ اپنی دسیوں چوریوں کو چھپانے کے لئے خود "چور" بھی "چور ہے" "چور ہے" کے شور میں اپنی آواز سب سے آگے بڑھانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ جناب خسروی صاحب نے کراچی سے اپنے ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ:۔

"اور یہ اندیشہ بھی بعید از قیاس نہیں کہ سلمان رشدی کی ہرزہ سرائی جس نے سارے عالم میں غم و غصہ کی لہر دوڑا رکھی ہے اس ٹولہ کی پس پردہ شر انگیزی کا نتیجہ ہو جو ابن سبا سے خمینی تک دنیا بھر میں اسلام کے لئے ہر خارجی اور داخلی فتنہ کا اصل سبب بنتا رہا ہے۔ قرآن حکیم اور اسلامی سچائیوں کو "شیطانی آیات" کہنا اور لکھنا تو صرف وہی برداشت کر سکتے ہیں جن کے عقیدے میں بھی یہ موجود ہے موجودہ قرآن "آیات الٰہی" جن کے مذہب میں محض منافقین اور مرتدین کی من گھڑت آیات ہیں اور جو اصل قرآن صرف اس مفروضہ قرآن کو مانتے ہیں جسے صدیوں پہلے ایک مجہول النسب نابالغ بغل میں دبا کر لرزاں و ترساں ایک تنگ و تاریک گپھا میں جا چھپا تھا اور آج تک اس میں سہما ہوا منتظر بیٹھا ہے کہ کب اس کے تین سو تیرہ حمایتی پیدا ہوں جو وہ اس کتاب کو لے کر اپنی پناہ گاہ سے نکلے اور اس اصلی اسلام

کو دنیا میں پھر سے نافذ کرے جس کے نفاذ میں بقول خمینی صاحب خود نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم بھی ناکام اور نامراد رہ کر اٹھے ہیں اور جب وہ موہوم "المنتظر" برآمد ہوگا۔ تو نہ صرف ان ہی سے بلکہ اپنے ابوالائمہ سے بھی اپنے عہدوی اسلام پر بیعت لے کر اس کی عالمگیر اشاعت کامیابی سے کرے گا۔ لہٰذا ان آیات الٰہی کو اگر کوئی شیطانی آیات کہے یا لکھے تو یہ دراصل خود ان ہی کے دل کی بات ہے۔ جس کا اظہار اور ابلاغ سلمان رشدی کے قلم سے ان کے لیے موجب احتجاج نہیں بلکہ باعثِ اطمینان ہوا ہے" اور حالیہ احتجاج اور اونچی سطح پر مفادات اور پروپیگنڈہ اور نشریات بھی بڑی سطح کی یہودی لابی کی ایک خطرناک منصوبہ بندی اور سازش ہے جس میں امریکی اسلحہ کیس کی طرح اندرونِ خانہ فریقین کا تانا بانا شامل ہے۔

بہرحال علماء امت اور دینی قیادت کو فوراً اس فتنہ کا بھرپور تعاقب ضروری ہے کہ محرکات اور عوامل کے اعتبار سے یہ فتنہ بے حد شدید اور مقاصد و نتائج کے اعتبار سے بہت ہی عمیق ہے اس کا بھرپور ناقدانہ جائزہ لینے اور دینی و علمی احتساب کی ضرورت ہے۔ علماء مبلغین، واعظین اور سیاسی و مذہبی کارکن حکیمانہ انداز میں ایران کے انقلاب کی نوعیت خونریزی اور تشدد۔ حج کے موقع پر ایرانیوں کے جارحانہ مظاہرے اور حرمین کے سلسلہ میں خمینی کے خطرناک منصوبے سازشیں اور خود خمینی صاحب کی تصنیفات سے اس کے بنیادی عقائد و نظریات اور تعلیمات سے پوری امت کو آگاہ کریں اور واقعہ یہی ہے کہ خمینی کا وجود اور ایرانی حکومت کی پالیسیاں پورے عالم اسلام کے لئے ایک عظیم خطرہ سے کسی طرح بھی کم نہیں جو اسلام کی تصویر غیر مسلموں کی نظر میں بگاڑنے اور اسلام اور تاریخ اسلام کے بارے میں غلط فہمیاں بلکہ تاریکیاں اور ضلالتیں پھیلانے کے ذمہ دار ہیں۔

اور آخر میں مکرر تنبیہ اور اعتذار کے طور پر گذارش ہے کہ پاکستان جیسے خالص اسلامی ملک میں سیاسی حلقوں سے قطع نظر بہت سے خالص دینی حلقوں میں بھی مدح و ذم اور تعریف و تنقید کا معیار کسی شخص کی اسلامیت اور غیر اسلامیت اور اسلام اور مسلمانوں کا سود و زیاں نہیں رہا۔ بلکہ خالص دنیاوی کارنامے، مادی فتوحات سیاسی پروپیگنڈہ، اخبار نویسوں اور سیاست دانوں کا خراجِ تحسین، ماتمی جلوس یا جنازہ کی دھوم دھام محض للکار و پکار اور ہاؤ ہو کا شور اور اسی طرح کی سطحی اور ظاہری شکلیں رہ گئی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ خالص دینی حمیت اور اسلامی غیرت جو اہلِ اسلام کا سب سے بڑا سرمایۂ افتخار تھا میں تیزی کے ساتھ انحطاط آرہا ہے اور یہ وہ نقصان ہے جس کی تلافی کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ ایسے حالات اور ایسی فضا میں ممکن ہے بعض نازک مزاجوں پر ہماری گذارشات دشوار اور ناخوشگوار گذریں۔ اور خود لکھنے والے کے لئے بھی کتنی ہی تنقید و ملامت اور دوستوں کے غم و غصہ کو دعوت دیں وہ اس کی پروا کئے بغیر یہ گذارشات ایک مسلمان اور جب وہ علم و دین

کی طرف منسوب بھی ہو کے لئے دینی فریضہ، ایک آشنائے حقیقت کے لئے ادائے شہادت اور ایک دردمند معالج کے لئے عمل جراحی کے مترادف ہونے سے کسی طرح بھی کم نہیں سمجھتا۔ ع

عاشقاں بندہ حال اندوچناں نیز کنند

واخان کو آغا خانی ریاست بنانے کا خطرناک منصوبہ

بالآخر روس جیسی بزعم خود عظیم سپر پاور (جس نے افغانستان کو ہڑپنے اور لبنان کی طرح اس کا تیا پانچہ کرنے کے عزم مصمم سے افغانیوں پر اپنی فوجوں کی یلغار کر دی تھی) ہر اعتبار سے خود سے کئی گنا چھوٹی اور کمزور لیکن ناقابل شکست عزم رکھنے والی غیور قوم سے ذلیل ترین شکست کھا کر ۱۵ فروری تک افغانستان کی سرزمین سے نکل گئی مگر افغانستان سے پسپائی اور بدترین ہزیمت کے باوجود روس افغانستان کے خطۂ غیرت وحمیت سمیت پورے برصغیر میں اپنا کردار قائم رکھنے کی مختلف تدبیریں کر رہا ہے۔ چنانچہ اخبارات کی اطلاع کے مطابق روس نے کٹھ پتلی افغان انتظامیہ سے واخان کا علاقہ پٹے پر حاصل کر لیا پھر یہاں روسیوں نے ہوائی اڈے قائم کئے یہیں سے افغانستان میں مجاہدین کی سرگرمیوں کو سبوتاژ کیا گیا یہیں سے پاکستان کی سرحدات پر حملے کئے گئے۔ افغانستان میں واخان کا واحد علاقہ ہے جس کے باشندے دس سال تک جاری رہنے والے جہاد آزادی سے لاتعلق بلکہ روسیوں کے زبردست حامی اور مددگار رہے اور تخریبی کارروائیوں میں بھرپور حصہ لیا اور اب واخان کے پورے علاقے کو اسماعیلی برادری (آغا خانیوں) کی تحویل میں دے دیا گیا ہے۔ کابل انتظامیہ کے نوٹیفکیشن کے مطابق واخان کے علاقے میں کسی بھی دوسرے قبیلے کو آباد ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور جنگلات کاٹنے کی بھی ممانعت ہو گی۔

روسیوں کی آمد کے موقع پر یہ علاقہ ان کے سپرد کیا گیا تھا اور اب ان کی واپسی کے وقت آغا خانیوں کے سپرد کر دیا گیا ہے جو گویا کہ ایک مملکت کے اقتدار اعلیٰ سے کسی طرح بھی کم نہیں۔ واخان کی سرحدیں روس چین، بھارت اور پاکستان کے شمالی علاقہ جات اور کشمیر سے ملتی ہیں۔ شمالی علاقوں میں پہلے سے آغا خانی ہی آباد ہیں۔ اور ان کے ذریعہ سے پاکستان میں خون ریز فسادات پہلے سے کرائے جا چکے ہیں۔ شاہراہ ریشم اور اس کے اردگرد تمام علاقوں پر پہلے ہی سے آغا خانیوں کی اجارہ داری ہے بلکہ حکومت پاکستان ان علاقوں میں قائم تمام سرکاری ہوٹل بھی پہلے ہی سے آغا خانیوں کے ہاتھوں فروخت کر چکی ہے۔ واخان سے ملحق پاکستانی علاقہ گلگت ہنزہ اور چترال وغیرہ بھی ہے۔ یہاں بھی آغا خانی کثرت سے آباد ہیں۔ پیپلز پارٹی کی چیئرمین بیگم نصرت بھٹو آغا خانیوں کے بھرپور تعاون سے یہیں سے قومی اسمبلی کے لئے کامیاب ہوئی ہیں۔

دراصل واخان کے علاقہ کی روس کی نظر میں مخصوص اہمیت ہے۔ افغانستان کے نقشے میں بظاہر یہ سکڑا

ہوا کو نہ سیاسی لحاظ سے روسی تسلط یا آغا خانی ریاست کے اعتبار سے دسیوں مفادات کو سمیٹے ہوئے ہے
اس علاقہ پر روس چین اور پاکستان کی سرحدیں ملتی ہیں۔ قراقرم کا یہ پہاڑی علاقہ اگرچہ دشوار گذار اور برف
سے اٹا ہوا ہے تاہم اگر اس علاقے پر روسی افواج قابض ہو کر بیٹھ جائیں یا ان کے زیر اثر آغا خانی ریاست قائم
ہو جائے۔ تو وہ ایک تو افغانستان کا چین سے زمینی رابطہ منقطع کر دیتی ہے۔ دوسری طرف چین اور پاکستان کے
درمیان شاہراہ قراقرم کو بھی خطرے میں مبتلا کر سکتی ہے۔ اور جب صورت حال یہ ہو کہ واخان کے بالمقابل سیاچن
گلیشیر کے علاقے میں بھارتی افواج جارحانہ پیش قدمی کر رہی ہوں۔ تو سارا منصوبہ واضح ہو جاتا ہے۔ واخان کی ایک
اہمیت یہ بھی ہے کہ اس علاقے سے روس اور پاکستان کے درمیان زمینی فاصلہ بہت کم ہے۔ واخان سے ملحقہ روسی
علاقوں میں قائم فوجی اڈوں سے روسی لڑاکا بمبار جہاز پاکستان کو نشانہ بنانے کے لئے پرواز کریں اور درمیان میں واخان
کی پٹی میں بھی اس کی اپنی افواج موجود ہوں تو روسی جہازوں کے راستے میں کوئی روک ٹوک باقی نہیں ہوگی۔ جس کے
روسیوں نے پچھلے نو سال کی جنگ میں پاکستان کے شمالی علاقہ جات میں جارحانہ کارروائیوں میں خوب خوب تجربات
بھی کئے۔

واخان پر روسی تسلط یا آغا خانی ریاست افغانستان پاکستان چین اور پورے خطے کے خلاف ایک سوچی
سمجھی خطرناک اور گہری سازش ہے سیاچن گلیشیر میں بھارتی فوجوں کی پیش قدمی بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے
روسی فوجوں کی عین واپسی کے وقت اور اب کے تازہ ترین حالات میں اسماعیلیوں کے مذہبی پیشوا اور اقوام متحدہ
کے کمیشن کے سربراہ پرنس صدرالدین آغا خان کی سرگرمیاں بھی تیز ہو گئی ہیں۔ اور اس سلسلہ میں اس کی بے چینی اور
حالیہ کردار کو کسی بھی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اسے پاکستان کے شمالی علاقہ جات سمیت واخان پر اسماعیلی ریاست
کے قیام و استحکام کی امیدوں نے سیمابی طور پر پریشان کر دیا ہے۔ آغا خان اپنے روسی، بھارتی اور یہودی آقاؤں
کی شہ و حمایت اور یقین دہانیوں پر بزعم خود مستقل اسماعیلی ریاست کی تیاریاں مکمل کر چکے ہیں۔

ادھر جہاد افغانستان کی کامیابی اور تکمیلی مرحلے میں ایران بہادر بھی در آیا اور افغانستان میں شیعہ تسلط اور
غلبہ کے لئے افغان قیادت میں پھوٹ ڈالنے کی کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ ایسے حالات میں آغا خانی ریاست کی تشکیل
و تکمیل کے اغراض و مقاصد اور اہداف کسی پر بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔

عالمی اسلامی قیادت، پاکستانی ارباب بست و کشاد و سیاست دانوں بالخصوص علماء اور دینی قوتوں کو
سیاسی بیداری اور بین الاقوامی سطح پر اس کے انسداد کی مؤثر کارکردگی کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ آغا خانیت کیا ہے؟
مذہب کے نام پر شرافت، انسانیت اور شرم و حیا کا استیصال ہے۔ اس سلسلہ میں الحمد للہ "ماہنامہ الحق" نے
کسی بھی مصلحت، مداہنت، تسامح اور لومۃ لائم کی پرواہ کئے بغیر اس فرقہ ضالہ کا زبردست تعاقب کیا ہے

(باقی ص ۴۴ پر)

ADARTS

JOS-1.88

جناب حکیم محمد سعید صاحب
چیئرمین ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی

تزکیۂ نفس

دنیا کے بیشتر مذاہب میں ایک بنیادی عقیدہ ہے کہ انسان پیدائشی طور پر گنہگار ہے۔ لیکن اسلام نے اس باطل عقیدے کی، جو گمراہ کن بھی ہے اور شرفِ انسانیت کے منافی بھی، تردید کی ہے۔ اللہ تعالٰے نے تخلیقِ انسان کے بارے میں اپنا یہ اصول قرآنِ پاک میں بیان فرمایا ہے کہ:-
لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم یعنی ہم نے انسان کو ہر لحاظ سے بہترین پیمانے پر تخلیق کیا ہے۔
سورۃ الشمس میں اللہ تعالٰے نے جہاں اپنی دیگر مخلوقات کو اپنی ربوبیت پر گواہ کے طور پر بیان کیا اور ان کی قسم کھائی ہے، ان کے من جملہ نفسِ انسانی کی استواری اور سلامتی کو بھی شامل فرمایا۔ ارشاد ہوتا ہے:-
وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا۔ یعنی "قسم ہے نفسِ انسانی کی اور اس کو استوار کرنے والی ذات کی"
اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا نفس حقیقت میں ایک بے غبار آئینہ ہے، لیکن زندگی کے تقاضے اور اس کے مسائل جو اَن گنت، بے شمار اور مختلف النوع ہیں اور ان کی تکمیل کی تگ و دو انسان کو ہمہ وقت اس گرد و غبار کے زیرِ اثر رکھتی ہے جو اس آئینے کو گدلا دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنی شعوری زندگی کے ہر لمحے میں تین قسم کے حقوق ادا کرتے رہنے کا پابند ہے یعنی: حقوق اللہ، حقوق عباد اللہ اور حقوق نفس۔
کارِ دنیا کی انجام دہی کی اس تگ و دو میں آدمی ان تینوں قسم کے حقوق کی ادائی میں وہ توازن قائم نہیں رکھ سکتا جو اگر قائم رہے تو آئینۂ دل کی صفائی میں فرق نہیں آسکتا۔ یہ فضیلت صرف انبیائے کرام کے حصے میں آئی ہے۔ درحقیقت حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوقِ نفس میں ہر کوتاہی آئینۂ دل کو زنگ آلود کر دیتی ہے۔ دل کی اس صفائی کا ہر وقت خیال رکھنا اور شعوری یا غیر شعوری کوتاہی کی وجہ سے اس پر آجانے والے داغ دھبوں اور کدورت کو صاف کرتے رہنا ہی تزکیۂ نفس ہے نفس کو کدورتوں سے صاف رکھنے کا یہ عمل اللہ کے نزدیک حصولِ فلاح کا ضامن ہے۔ ارشادِ باری تعالٰے ہے:-
قد افلح من زکّٰھا۔ یعنی "اللہ کا ہر وہ بندہ فلاح سے ہمکنار ہوا جو اپنے نفس کا تزکیہ کرتا رہتا ہے"۔
سورۃ الشمس ہی میں اللہ تعالٰے نے نفسِ انسانی کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ اس نے اس کو نیکی اور برائی میں تمیز اور فرق کرنے کی صلاحیت سے بھی مالا مال فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:-

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا۔

اس خداداد صلاحیت کا اثر ہے کہ آدمی جب اللہ یا اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی کرتا ہے، کسی پر کوئی ظلم دانستہ یا نادانستہ کر بیٹھتا ہے یا اُس سے کوئی ایسا قول یا فعل سرزد ہو جاتا ہے جو اللہ کے کسی بندے کی دل آزاری کا سبب ہو تو اس کے دل پر ایک غبار سا چھا جاتا ہے۔ اسی حقیقت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ کی اس تعریف کے ذریعہ سمجھایا ہے کہ: الاثم ما حاک فی صدرک

اس کا مطلب یہ ہے کہ گناہ، سلیم القلب فرد کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات یعنی قرآنِ حکیم کی آیات اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ جو شخص اس طرح اپنے ضمیر کی خاموش آواز کو سن لیتا اور اس گناہ کی تلافی کی کوشش کر لیتا ہے تو اُس کا نفس گناہ کی کثافت سے پاک ہو جاتا ہے ــــ دل کے آئینے کو ہر گناہ سے، خواہ اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو خواہ حقوق العباد یا حقوقِ نفس سے، پاک کرنے کی کوشش تزکیۂ نفس ہے۔

اس ساری گفتگو کا ماحاصل یہ ہے کہ انسان کا نفس شعوری اور غیر شعوری طور پر غلطیوں، کوتاہیوں اور بے احتیاطیوں کی وجہ سے مکدر ہوتا رہتا ہے نفس کی اس خرابی پر متوجہ رہنا اور اس کی صفائی سے غفلت نہ برتنا ہی تزکیۂ نفس ہے۔ یہ عمل اللہ تعالےٰ کی نظروں میں اس قدر اہم ہے کہ اسے انبیاءِ کرام کے فرائضِ منصبی میں شامل فرمایا گیا ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ان طریقوں کی خصوصی طور پر تعلیم دی ہے جو تزکیۂ نفس کے لیے ضروری ہیں۔ آپؐ کی تعلیمات اور ہدایات پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان جو کوتاہیاں اور غلطیاں حقوق اللہ کے بارے میں کرتا ہے اُن کی تلافی اور ان کے برے اثرات کو نفس سے دُور کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالےٰ سے معافی مانگتا رہے۔ اللہ تعالےٰ سے معافی مانگنے کا یہ عمل استغفار کہلاتا ہے جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "میں دن میں ستّر سے زیادہ بار استغفار کرتا ہوں" لیکن جہاں تک حقوق العباد کے سلسلے میں ہونے والی غلطیوں، کوتاہیوں اور خطاؤں کا معاملہ ہے، یہ کام ضرورت اور اہمیت کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ حقوق العباد کو اُس وقت تک معاف نہیں فرماتا جب تک متاثر ہونے والے سلوک یا کسی زیادتی سے کبھی تو ایک یا چند افراد متاثر ہوتے ہیں اور کبھی ان اثرات کا دائرہ بڑھ کر معاشرے، قوم، ملک اور بعض اوقات ساری انسانیت تک جا پہنچتا ہے۔ اور اسی مناسبت سے نفس کی کدورت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اس تناسب سے تزکیۂ نفس کا عمل مشکل ترین ہو جاتا ہے۔ اس لیے دوسروں کو اپنے ہاتھ، زبان، قلم، قوت و صلاحیت کے غلط استعمال

(باقی صفحہ ۴۴ پر)

محمد ثناء اللہ عمری ایم اے

دید و شنید

کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے | واشنگٹن ۸ دسمبر روسی کیمونسٹ پارٹی کے جنرل سکریٹری میکائل گورباچوف نے امریکی وزیر خارجہ جارج شلز سے بات چیت کے دوران کہا کہ (تخفیف اسلحہ کا) یہ سفر شروع ہو گیا ہے ۔ہم ایسی ہی امید رکھیں ۔ خدا ہماری مدد فرمائے ۔

بعد میں صدر ریگن نے کہا" مجھے یقین ہے کہ اگر وہ خدا کا نام لیتے ہیں تو ہماری راہ عمل آسان ہو جائے گی، اس لئے کہ میں بھی ایسا ہی ہوں " (روزنامہ ہندو ،حیدر آباد)

کسی کے اقرار و اعتراف سے اللہ جل جلالہ کی شان و عزت بڑھ نہیں جاتی ۔کسی کے رد و انکار سے اس کی جلالت و قدرت گھٹ نہیں جاتی - وہ ہر حال میں ہمارا خالق ، پروردگار اور مالک ہے بلا شرکت غیرے ۔اس کی ہستی اور قدرت کا اعتراف انسان کے خمیر میں گوندھا گیا ہے اس کی سرشت میں ودیعت ہے ، یہ ناشکرے انسان کی کم ظرفی ہے کہ قوت و طاقت کے نشہ میں اسے فراموش کر دیتا ہے کبھی خود ہی خدا بن بیٹھتا ہے ۔

۱۹۱۷ء کے کمیونسٹ انقلاب کی کامیابی نے روسی حاکموں کی بھی کچھ ایسی ہی گت بنا دی تھی ۔وہ خدا کے منکر تھے اس کا برملا اظہار و اعلان کرتے تھے ۔اسٹالن خروشچیف اس معاملے میں بڑے" نمایاں اور ممتاز" تھے ۔ان کی لن ترانیوں کی کوئی حد ہی نہیں تھی ۔ رہا لینن تو وہ الحاد و دہریت کے اس سیل رواں میں پیشرو اور پیشوا کی حیثیت رکھتا ہے ۔اسی نے کہا تھا کہ مذہب افیون ہے اور یہ سب نتیجہ تھا کارل مارکس کے فلسفہ معاشیات و اقتصادیات کی پیروی اور حاشیہ برداری کا ۔

اب اس عمل کا رد عمل شروع ہو گیا ہے ۔ روسی رعایا کی مذہب سے دلچسپی کی خبریں پچھلے چند برسوں سے آ ہی رہی ہیں ۔اب لگتا ہے کہ روس کے حاکموں کا نشہ بھی اترنے لگا ہے ۔انسان کو خدا اس وقت یاد آتا ہے جب وہ اپنے آپ کو بے بس پاتا ہے اس کے بنائے کوئی بات نہیں بنتی عرفت ربی بفسخ العزائم تبھی تو روسی جیسی عظیم ترین حکومت کا سربراہ یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ " خدا ہماری مدد فرمائے " حقیقت یہ ہے کہ انسان ضعیف الانسیان ہے ۔ وہ خدا کی ہستی کا اعتراف کرے یا نہ کرے اپنی بے بسی اور بندگی میں اسے شک ہی نہیں سکتا ۔اکبر الہ آبادی نے بڑے پتہ کی بات کہی ہے ؎

بندگی حالت سے ظاہر ہے خدا ہو یا نہ ہو

ماڈرن جاہلیت | راجستھان کے ضلع جیلسمیر کے آٹھ گاؤں میں نوزائیدہ بچیوں کا ہلاک کرنے کا وحشیانہ طریقہ اب بھی موجود ہے۔ یہاں کے بھٹی راجپوتوں کے ایک ہزار سے زائد خاندانوں میں اس بربریت کا طریقہ یہ ہے کہ بچی کے پیدا ہوتے ہی دائی اس کے منہ میں ریت بھر دیتی ہے۔

پولیس کے لئے کسی ایسے واقعہ کے وقت موجود رہنا اور مجرم کو پکڑنا بے حد مشکل ہے جب کہ لوگ گواہی دے کر اس چکر میں پڑنا نہیں چاہتے۔ صورت حال کی سنگینی ملاحظہ ہو کہ خود اس علاقہ کے لوگوں کے مطابق ایک گاؤں میں گذشتہ ایک صدی میں کوئی بارات نہیں آئی۔ کیونکہ کسی بچی کو دلہن بننے کی عمر تک زندہ نہیں رہنے دیا گیا۔ (دعوت دہلی، ستمبر)

اللہ اللہ یہ سنگدلی ان راجپوتوں نے خدا جانے کہاں سے سیکھی۔ ہندوستان کا پریس ابھی کل تک اکیلی روپ کنور کے لئے رو رہا تھا۔ اب پوری ایک صدی سے بربریت کا شکار ہونے والی ہزاروں معصوم بچیوں کو کون روئے گا؟ کیا عہد جدید کے یہ سنگدل والدین اور دائیاں عرب جاہلیت کے انسان نما درندوں سے ذرا بھی مختلف ہیں۔ راجپوت ذات جنگ جوئی اور بہادری کے لئے مشہور تھی۔ اس انتہائی بزدلی اور وہم پرستی کے مہلک جراثیم ان کے جسم میں کب پیوست ہو گئے۔ اور دل و دماغ میں کیوں کر سرایت کر گئے۔

ملک کا قانون شہادت جیسا کچھ پیچیدہ ہے۔ وہ تو ظاہر ہی ہے ایسے واقعات کی عینی شہادت پولیس اور عدالت کہاں سے فراہم کر سکے گی؟ یہ کام تو صرف ایک ہی عدالت اوپر والی عدالت، سب سے بڑی عدالت کے کرنے کا ہے وقت آئے گا پکار ہو گی۔ واذا الموودة سئلت ٥ بای ذنب قتلت ٥

جس جرم کو برطانیہ کی حکومت کے پورے ایک سو ساٹھ برس بھی ختم نہ کر سکے حالاں کہ اس حکومت کی حدود میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ جس اندھیر کو صبح آزادی کے چالیس سال بھی دور نہ کر سکے۔ اسی جرم کو ہادئ برحق رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخرت کی عدالت کی باز پرس کا یقین پیدا کر کے باتوں ہی باتوں میں ختم کر دیا تھا۔ عورت ذات کو جینے کا حق دیا تھا۔

زمانے کی ستم ظریفی دیکھئے کہ اسی پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو الزام دیا جاتا ہے کہ اس نے صنف نازک کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ انہیں معاشرتی حقوق سے محروم رکھا۔ انہیں باندی غلام بنا کر رکھا۔ آزادئ نسواں کے علمبرداروں کے نعرے، انتخابی منشور، جلسہ جلوس، مظاہرے، پریس اور پلیٹ فارم سب کا موضوع سخن یہی ہے — جوش کے بجائے ہوش سے کام لے کر ہمیں بتایا جائے کہ کیا یہ واقعہ نہیں کہ اسلام نے عورتوں کی جاں بخشی کی۔ ان کی عزت و ناموس کی حفاظت کی۔ مال و دولت میں ان کا حصہ لگایا۔ اس کے باوجود پرائے تو پرائے اپنے بھی اس پروپیگنڈے میں برابر کے شریک ہیں۔ کہ اسلام دقیانوسی مذہب ہے اس کے احکام و قوانین اب مفید مقصد نہیں ہیں

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من آنچہ کرد آں آشنا کرد

والڈ ہائم کے ماضی کی تفتیش ویانا چھ بین الاقوامی تاریخ دانوں نے آسٹریا کے موجودہ صدر اور اقوام متحدہ کے سابق سکرٹری جنرل کرٹ والڈ ہائم کے ماضی کی تفتیش شروع کردی ہے جن پر ہٹلر کی فوج میں ایک افسر کی حیثیت سے جنگی جرائم کا ارتکاب کرنے اور یہودیوں کو قتل کرنے کا الزام ہے ۔سوئٹزرلینڈ کے مورخ ہانس روڈلف کرز اس چھ نفری کمیشن کے صدر ہیں ۔" (دعوت دہلی)

حقیقت حال عالم الغیب ہی پر روشن ہے ۔مگر والڈ ہائم جب تک اقوام متحدہ کے سب سے بڑے عہدے پر فائز رہے کہیں سے کوئی سن گن نہیں ملی ،کوئی سرگوشی نہیں سنائی دی ۔کہ یہودیوں کی نسل کشی میں ملوث ہیں ۔مگر جب سے انہوں نے اپنے ملک کی صدارت کا عہدہ سنبھالا ہے ۔ان پر یہودیوں کے بیدریغ قتل وخوں ریزی کے الزامات کی بوچھاڑ ہو رہی ہے ۔

کسی دوسرے مذہبی گروہ میں یہ دم خم کہاں کہ اتنا زور لگائے ہنگامہ برپا کرے اور عالمی پریس اس کی صداؤں کی بازگشت سے گونج اٹھے ۔یہ امتیاز غالباً یہودیوں ہی کو حاصل ہے کہ وہ بے پناہ دولت کے مالک ہیں ۔دولت عربوں کے پاس بھی ہوگی مگر اس دولت کو اپنے ذاتی اور قومی مفادات کی خاطر کام میں لانے کا سلیقہ عیش وعشرت کے دلدادہ اور مجرمانہ اسراف وتبذیر کے عادی عربوں کو کہاں حاصل ہے ۔یہ چالبازی یہودیوں ہی کا حصہ ہے ۔امریکہ جیسے زبردست عیسائی اکثریت والے ملک میں رہتے ہوئے اپنی دولت کے بل بوتے پر پوری طرح چھائے ہوئے ہیں ،امریکی سیاست پر حاوی ہیں ۔صدارتی انتخاب میں امیدواروں کی نامزدگی میں ان کا عمل دخل ۔وائٹ ہاؤس کے بڑے بڑے فیصلے ان کے بغیر ادھورے عالمی خبر رساں ایجنسیاں ان کے قبضے میں ۔ان تمام باتوں کا مجموعی نتیجہ یہ ہے کہ بڑے سے بڑے سیاسی حلقوں کے دل ودماغ اور فکر ونظر کی باگ انہی کے ہاتھوں میں ہے جو چاہیں کریں ،جب چاہیں کریں ۔

ہم والڈ ہائم کی طرف سے وکالت نہیں کر رہے نہ اس کے مجاز ہیں ۔نہ آرزومند ۔ہماری عرض یہ ہے کہ استعماری شاطروں کی پرفریب وسیسہ کاریوں اور مکاریوں کی پیداوار خود اسرائیل کا دامن ان دھبوں سے کہاں تک پاک ہے ؟ پورے چالیس برسوں سے فلسطینی سرزمین پر اسرائیلی وحشت وبربریت کے ننگے ناچ کو کیا کہئے ۔ہزارہا ہزار مسلمان تہ تیغ کردئے گئے ۔بچوں ،جوانوں اور عورتوں کو انتہائی بہیمانہ طریقے سے قتل کیا گیا ۔ان کی عزت وناموس سے کھیلا گیا ۔ان کی دولت سے ان کے اپنے وطن سے انہیں محروم کیا گیا ۔لاکھوں کو جلاوطنی کی مظلومانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا گیا اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے ۔ان مظالم کی تحقیق وتفتیش کے لئے بھی تو ایک کمیشن درکار ہے ۔

وہ امریکہ اور وہ روس جو صدر آسٹریا والڈ ہائم کو اپنے ہاں آنے کی اجازت نہیں دیتے کہ ان کے ہاتھ

یہودیوں کے خونِ ناحق سے رنگین ہیں[1]۔ کیا یہ سمجھتے ہیں کہ اسرائیل کے دامن پر فلسطینی خون کے داغ دھبے نہیں ہیں؟ کیا ایسے بے قصور سمجھ کر ہی یہ بڑی طاقتیں اس سے بغل گیر ہو رہی ہیں؟ آج سوپر طاقتیں امریکہ اور روس نہیں ہیں بلکہ عالمی یہودیت ہے۔ جس کے اشاروں پر یہ دونوں ناچ رہے ہیں ؎

اینہا ہمہ رازست کہ معلوم عوام ست

بقیہ: شذرات ص۳۱ سے

اور راب کے تازہ شمارہ میں بھی اس فرقہ کے مذہبی اور روحانی پیشوا کی ایک "شامِ طرب وعیش کی داستان" شریکِ اشاعت ہے جس سے آغانیت اپنے اصل روپ میں قارئین کے سامنے آجائے گی۔

واخان کو مستقل آغا خانی ریاست میں تبدیل کرنے کی خطرناک یہودی اور صیہونی سازش کی کامیابی کی صورت میں پورے علاقے پر اس کے خطرناک نتائج اور ثمرات کے ترتب کا اندازہ بھی ہوجائے گا اور خدا کرے کہ اربابِ حل وعقد، اور اہل بصیرت اور قومی قیادت کو اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کرنے اور ایک ٹھوس مثبت اور صحیح موقف اور لائحہ عمل اختیار کرنے کی توفیق ارزانی ہو۔ اور اگر خدانخواستہ واخان کے سلسلہ میں دشمن کی یہ سازش اور خطرناک منصوبہ کامیاب ہوگیا تو اس کا وجود بھی مسلمانوں کے لئے ایک دوسرے اسرائیل سے کسی طرح بھی کم نہیں ہوگا۔

بقیہ: تزکیہ نفس ص۸ سے

سے اور افکار و اعمال کی خرابیوں کے بُرے اثرات سے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ تزکیۂ نفس کا عمل صرف نفس کے آئینے سے اس گرد و غبار کو صاف ہی نہیں کرتا بلکہ آدمی میں اس ضرورت کا احساس بھی پیدا کرتا ہے کہ اسے اپنی آئندہ زندگی میں حتی الامکان کوئی ایسا کام نہ کرنا چاہیے جو دوسروں کے لیے حق تلفی یا ان پر ظلم و زیادتی کا موجب ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں اس کے اپنے نفس کو بھی داغدار کر دیتا ہے۔

---

[1] کچھ عرصہ پہلے ایک برطانوی اخبار میں ہٹلر کی ذاتی ڈائری کے کچھ اوراق شائع ہوئے تھے۔ جن سے پہلی مرتبہ یہ راز فاش ہوا تھا کہ ہٹلر خود ایک یہودی آلۂ کار تھا۔ اور اس نے یہودیوں کا جو قتل عام کیا تھا۔ وہ یہودی قیادت کے اشارہ پر اس غرض سے کیا تھا کہ یورپ کے ملکوں سے بھاگ کر یہودی عوام فلسطین ہجرت کرنے پر مجبور ہوجائیں۔ کیونکہ یہودیوں کی اکثریت فلسطین ہجرت کرنے پر آمادہ نہیں ہو رہی تھی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ڈاکٹر کرٹ والڈ ہائم کے خلاف امریکہ اور روس کی طرف سے جو شور و غل آج کل مچایا جا رہا ہے وہ بھی صرف "ڈھونگ" ہو اور اس کا مقصد بھی یہ ہو کہ ہٹلر یہودیت کے مابین خفیہ تعلق کو دنیا سے مخفی رکھا جائے؟ — یاد رہے کہ ہٹلر کی وہ ذاتی ڈائری برطانوی اخبار میں صیہونیت کے دباؤ کی وجہ سے پوری نہیں چھپ سکی۔

محفوظ قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ

بندرگاہ کراچی

جہازرانوں کی جنت
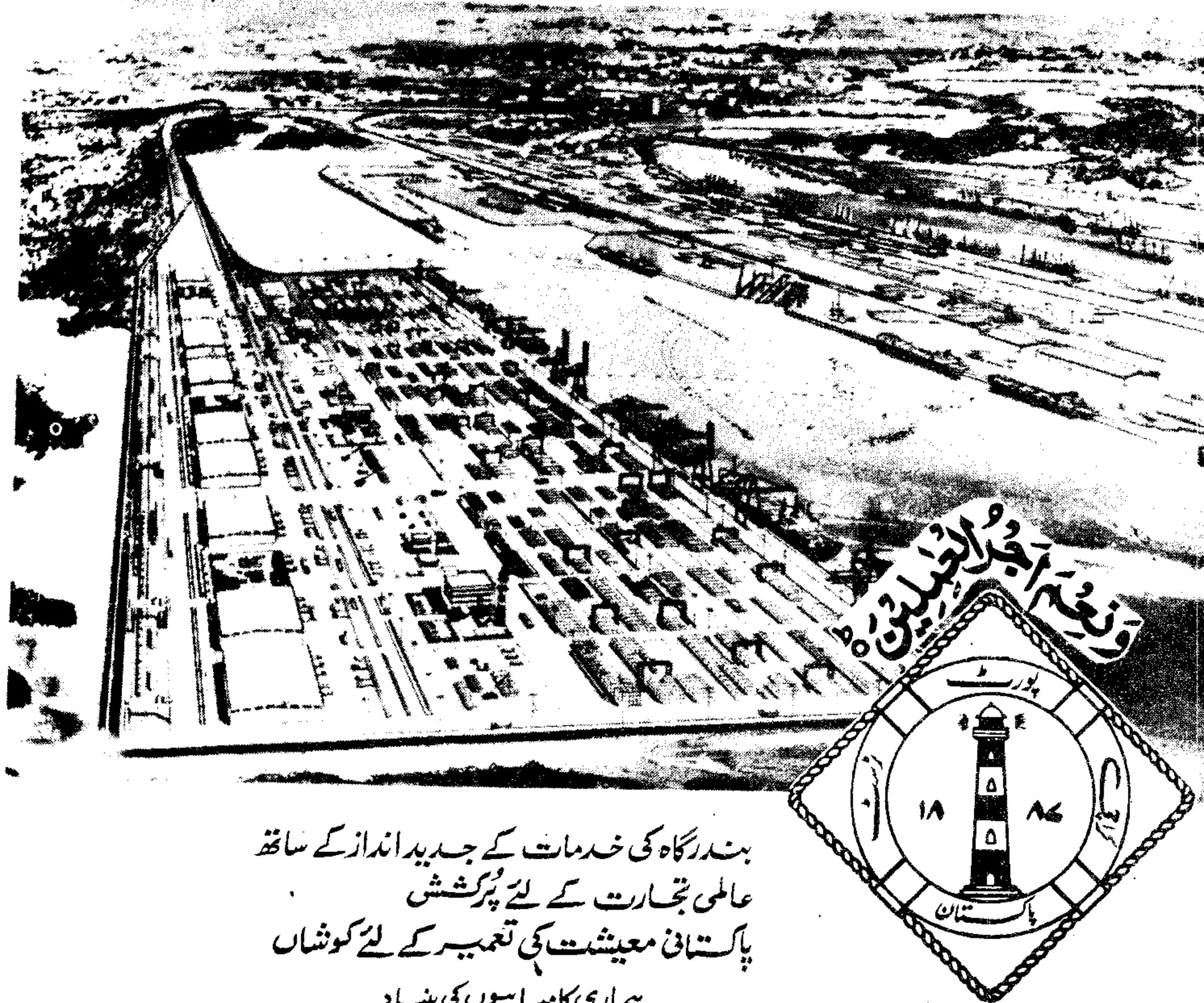
بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجنیئرنگ میں کمالِ فن
- مستعد خدمات
- جدید ٹیکنالوجی
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

۲۱ ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں
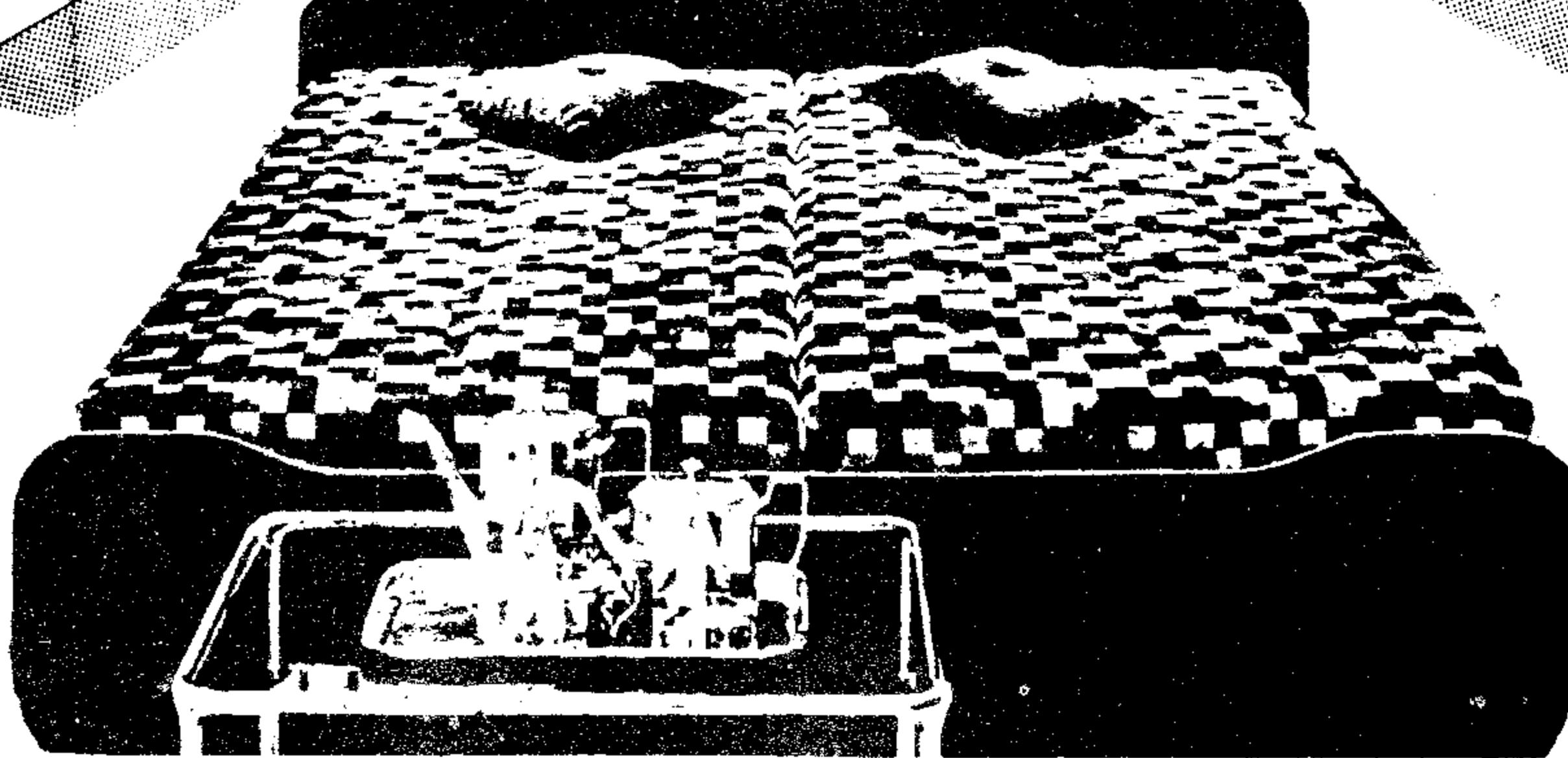
قارئین بنام مدیر

افکار و تاثرات

- مکتوب برطانیہ ——— مولانا ابراہیم یوسف باوا
- پرویزیوں کی زبان درازیاں ——— مولانا امین الحق بلوچستانی
- کاروانِ آخرت ——— ڈاکٹر اسلم فرخی / ابوسلمان شاہجہانپوری
- ماہنامہ پیامی ——— جناب حکیم محمد سعید، ہمدرد کراچی

مکتوب برطانیہ | ماہنامہ الحق میرا اپنا نہایت پسندیدہ ماہناموں میں سے ہے۔ جب میں برما میں تھا نہایت شوق و ذوق سے انتظار کرتا رہا۔ اور مجھے یہ بھی یاد ہے کہ تقریباً ۲۰ سال پہلے جناب ایوب خان کی حکومت کے دوران میرا ایک مضمون "مولانا عبداللہ رنگونی" کے نام سے چھپا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے اثرات بھی دکھائے تھے۔

اس کے بعد آج تقریباً ۱۵ سال سے برطانیہ کے ایمان سوز اور زہر سے زیادہ خطرناک ماحول میں اللہ تعالیٰ نے لا بسا رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے دو ایسے کام لئے جو شائد کسی اور سے نہیں لئے۔ اول یہ کہ بندہ یہاں کے بے دینی بلکہ بد دینی کے ماحول کے اثرات سے اولاد و نسل کو بچانے کی پکار کرتا رہا اور میرے شیخ حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی صاحب دامت برکاتہم نے ہماری دعوت کو جگہ بہ جگہ پہنچایا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے مستقل اسکول قائم کر کے اپنی اولاد کو دینی مذہبی اخلاقی و دنیوی تعلیم دینے کا انتظام کریں۔

الحمدللہ اس وقت برطانیہ میں دو دارالعلوم اور تقریباً ۲۰ مسلمان لڑکیوں کے مستقل الگ اسکول قائم ہو چکے ہیں۔ لیکن جنہوں نے اب تک اس کی فکر نہیں کی۔ ان کی اولاد کا کیا ذکر کروں، بس وہ فرنگیوں کے اسکول میں جا کر جانور سے بدتر بنتے جا رہے ہیں اور (۲) اللہ تعالیٰ نے یہ فضل فرمایا کہ ہماری سات اولاد میں سے ایک نے بھی فرنگی اسکول کی شکل تک نہیں دیکھی۔ حالاں کہ ۱۶ سال تک اسکول بھیجنا لازم ہے۔ یہی نہیں بلکہ دو صاحبزادگان حافظ و عالم ہیں۔ اور پانچوں پانچ بچیاں بھی حافظ قرآن ہیں اور شریعت کی نہایت پابند۔ بقول حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ خان صاحب مدظلہ "ان بچیوں کی وجہ سے دنیا قائم ہے"

آپ نے یہ الفاظ اس وقت فرمائے جب دو بچیوں نے اپنے حفظ کلام اللہ کا آخری سبق حضرت مدظلہ کو سنایا اور دو میری دو بچیوں نے اپنا آخری سبق حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی دامت برکاتہم کو سنایا۔ تو آپ نے فرمایا "آپ کے خاندان پر رشک آتا ہے،، اور آخری بچی کا آخری سبق مدینہ منورہ میں سب کو لے جا کر مولانا سعید احمد خان صاحب مدظلہ کو سنایا گیا تو انہوں نے بھی خصوصی دعا فرمائی۔ اور لوگوں نے تعجب بھی فرمایا کہ برطانیہ جیسی جگہ میں ایسا کام ہو۔ یہ سب کا سب خداوند قدوس کا فضل و کرم ہے کہ جب وہ چاہتے تو ایسے نہایت خطرناک ماحول میں

بھی میرے جیسے عاصی اور سرکش بندے سے کام لے لیتے ہیں۔ خدا کی قسم! اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں۔ بس اسی ذات پاک کا کرم و احسان ہے کہ اپنے بندوں میں سے مجھ گناہ گار کو چن کر یہ نعمت بخشی۔ یہ میری سعادت اور خوش نصیبی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنا فضل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تاحیات دین و ایمان کی محنت میں لگائے رکھے اور اپنی رضا نصیب فرمائے اور نامرضیات سے بچائے۔ آمین

الحمدللہ ثم الحمدللہ ہر دو صاحبزادگان مظاہر العلوم سہارن پور کے فارغ ہیں اور دونوں ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ دینی کاموں میں مصروف ہیں۔ مولوی محمد اقبال سلمہٗ باطل فرقوں کی سرکوبی میں پیش پیش ہے اور ماہنامہ الہلال بھی شائع کرتا رہتا ہے۔ مولوی محمد بلال سلمہٗ کو چند دنوں کی خدمت کے بعد حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت نصیب ہوئی۔ اس وقت وہ دارالعلوم میں استاد حدیث اور ایک مسجد کے خطیب ہیں۔ اللہ پاک نیک و بابرکت طویل عمروں کے ساتھ ان سے بھی دینی خدمات اخلاص کے ساتھ لے لے۔ آمین

ماہنامہ الحق کے اکثر مضامین سے بندہ مستفید ہوتا رہا۔ خصوصاً آپ کے والد ماجد نوراللہ مرقدہ کے ملفوظات "صحبتے با اہل حق" سے تو طبیعت میں ایک نور اور نشاط پیدا ہو جاتا تھا۔ ہائے قسمت کہ اب ان ملفوظات سے محرومی ہو گئی۔ اللہ پاک آپ کے والدین کو غریق رحمت فرمائے جنت الفردوس میں بلند تر مقام عطا فرمائے اور آپ حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور تاحیات دینی کاموں میں لگا کر والدین مرحومین کے لئے صدقہ جاریہ بنائے آمین

ایک گذارش ۔حضرت اقدس شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات جو قسط وار "صحبتے با اہل حق" کے عنوان سے چھپ رہے تھے گذارش ہے کہ "صحبتے با اہل دل" کی طرح کتابی صورت میں چھپ جائے تو انشاء اللہ العزیز امت کو بہت فائدہ ہوگا۔

شروع میں حضرت والا کی مختصر سوانح بھی شامل ہو پائے تو کافی نفع کی امید ہے اور یہ کہ کسی اعلیٰ خوشنویس ______ سے لکھوا کر اعلیٰ معیار میں آرٹ پیپر پر چھپوائیں تاکہ ظاہری حسن کا بھی اضافہ ہو جائے چھپ جانے کے بعد ایک نسخہ بندہ کے لئے بذریعہ ہوائی جہاز یک پوسٹ سے ارسال فرمائیں۔ تاکہ حسب ضرورت مزید منگوا سکوں۔

اس مبارک کام میں بندہ کا بھی کچھ حصہ ہو جائے انشاء اللہ تعالیٰ ایک ہزار روپے بطور ہدیہ دینا چاہتا ہوں تاکہ کام جلد شروع ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ آپ حضرات کو قبول ہو اور بندہ کے لئے نجات کا ذریعہ بن جائے۔

فقط والسلام دعاؤں کا خاص طلب گار

ابراہیم یوسف باوا رنگونی ۔ مدیر ماہنامہ الاسلام برطانیہ

"الحق" کی مؤثر آواز اور پرویزیوں کی زبان درازیاں

سلام مسنون! ملک و بیرون ملک یہودی لابی کے تمام مہرے مرزائی، رافضی، پرویزی، سوشلسٹ اور کمیونسٹ آپ کی حالیہ مشکور مساعی اور خالص اسلامی انقلاب کی جد و جہد سے خائف ولرزاں و ترساں ہوگئے ہیں۔ لنگر لنگوٹ کس کر مقابلے میں اتر آئے ہیں۔ میرے سامنے اس وقت پرویزیوں کے آرگن ماہنامہ طلوع اسلام جنوری فروری ۱۹۸۹ء کا پرچہ ہے جس نے اخبارات میں شائع ہونے والی آپ کی مجاہدانہ اور خالص دینی کردار کو مسخ کرنے اور اسلامی انقلاب کا راہ روکنے کی مذموم کوشش کی گئی ہے چنانچہ طلوع اسلام کے مدیر لکھتے ہیں:

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کی جانب سے اخبارات اور رسائل میں ایک خبر شائع ہوئی جس کی سرخی اور متن حسب ذیل ہے:

مولانا سمیع الحق نے بیگم عابدہ حسین کو ڈپٹی پارلیمانی لیڈر نہیں بننے دیا

"لاہور ۷ دسمبر۔ جمعیت علماء اسلام کے مرکزی مبلغ مولانا اللہ وسایا قاسم نے کہا ہے کہ جمعیت علماء اسلام نے پارلیمنٹ میں ۷ اور صوبائی اسمبلیوں میں ۵ سیٹیں حاصل کی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق نے آئی جے آئی کے پارلیمانی اجلاس میں اپنے ویٹو کے ذریعہ عابدہ حسین کو ڈپٹی پارلیمانی لیڈر بننے سے جس طرح روکا ہے وہ ان کی جرأت مندی اور دین سے والہانہ وابستگی کا مظاہرہ ہے۔"

(روزنامہ امروز لاہور، ستمبر ۱۹۸۸ء)

"بعد میں اس فرقہ سے تعلق رکھنے والے علماء نے مساجد میں اس واقعہ کو یوں لہرا لہرا کر بیان کیا کہ شاید یہ اس صدی کا سب سے اہم واقعہ ہے۔ خیال رہے کہ یہ جمعیت اپنے آپ کو علماء دیوبند کا جانشین قرار دیتی ہے لیکن عام علماء کی روش کی طرح جمعیۃ کے علماء نے قرآن و حدیث کا مطالعہ تو کجا خود اپنے علماء دیوبند کی کتابیں بھی کھول کر دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی .... لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ نظام اسلام کے قیام کا دعویٰ کرنے والی علماء کی فوج کا اسلام محض سنی سنائی باتوں تک محدود ہے خدا کے لئے اسلام کو بازیچۂ اطفال نہ بنایئے۔" (طلوع اسلام جنوری فروری ۸۹ء)

صرف یہ نہیں بلکہ پرویزیوں نے اپنے عام دروس، تقریبات، مجالس اور محاضرات میں آپ کے مساعی جمیلہ سے منعقد ہونے والے علماء کنونشن اور آپ کے کردار کے خلاف زبانیں کھول دی ہیں۔ مرزائی افسر اور عہدیدار جو خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔ بھی اپنے مذموم حرکات اور علماء حق کے خلاف استہزاء اور تمسخر سے کسی بھی موقع کو ضائع نہیں ہونے دیتے۔ ماہنامہ الحق کا معیار بحمد اللہ کامیابی سے اپنے اہداف میں بلند تر ہوتا جا رہا ہے۔ حالیہ بدترین انقلاب، سیاسی ابتری، اور لادینیت کے خلاف "الحق" کی آواز مؤثر اور مسلمانوں میں غیرت و حمیت اور ایمان و اسلام کی پختگی کا ذریعہ بن رہی ہے جس پر احقر کی طرف سے اور یہاں کے جملہ احباب اور رفقاء کی طرف سے دلی مبارکباد پیش خدمت ہے۔

(مولانا) امین الحق گستوئی۔ ژوب۔ بلوچستان

کاروان آخرت | گرامی نامہ مورخہ ۲۱ر جنوری ۸۹ء اور "کاروان آخرت" کے دو نسخے موصول ہوئے ہیں نہایت ممنون ہوں کہ آپ نے اس وقیع تالیف کے دو نسخے انجمن ترقی اردو اور "قومی زبان" کے لئے عطا فرمائے۔

میری ناچیز رائے میں یہ کتاب نہ صرف انسان شناسی کا اعلیٰ مظہر ہے بلکہ قومی تاریخ کا بھی ایک حصہ ہے۔

مجھے یقین ہے کہ آپ انجمن ترقی اردو اور "قومی زبان" کی سرپرستی فرماتے رہیں گے۔

احترامات فائقہ کے ساتھ ۔ ڈاکٹر اسلم فرخی مشیر علمی و ادبی انجمن ترقی اردو پاکستان

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

★ آپ کا گرامی نامہ اور مرسلہ تحفہ مؤتمر کی تازہ پبلی کیشن مل گئی۔ آپ کی عنائت اور توجہ کے لئے سراپا سپاس ہوں انشاء اللہ یہ بڑا کام ہوگیا۔ نہایت مفید معلومات اور اہم یادداشتیں مرتب ہوگئیں اور ان سے استفادے کی سہولت پیدا ہوگئی۔ مجھے تو آپ کی تحریر اور اسلوب بیان پر رشک آتا ہے۔ آپ بہت اچھا لکھتے ہیں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

ادھر ایک چھوٹا سا کام حضرت شیخ الہند پر انجام پاگیا ہے۔ ایک نسخہ آپ کی نذر بھیجا ہے۔

خدا کرے مزاج بخیر ہوں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ خاکسار ابوسلمان شاہجہانپوری۔ کراچی

یونیسکو کا اردو ایڈیشن پیامی | یونیسکو "کوریئر" یونیسکو کا ایک نہایت مقبول اور کثیر الاشاعت جریدہ ماہنامہ ہے۔ اور اب یہ دنیا کی ۳۵ زبانوں میں پوری یکسانیت کے ساتھ شائع ہوتا ہے یونیسکو سے ہمدرد کے گہرے روابط مراسم ہیں۔ اس لئے یونیسکو کوریئر کا اردو ایڈیشن "پیامی" کی ذمہ داری میں نے قبول کر لی۔ اس میں وزارت تعلیم پاکستان نے مصارف برداری کے جذبۂ عالیہ سے سرشاری کے ساتھ تعاون کیا ہے۔ ادارت، تراجم، طباعت و اشاعت کی نہایت اہم ذمہ داری تمام ہمدرد کی ہے۔

پاکستان تمام اہل علم و دانش اور تمام صاحبان علم و حکمت کی رائے یہ ہے کہ "پیامی" کے ذریعہ سے زبان اردو کی ثروت میں ناقابل فراموش اضافہ ہوا ہے اردو زبان میں جو علوم و فنون، تعلیم سائنس اور ثقافت نہ تھے۔ "پیامی" کی وجہ سے وہ اردو میں آگئے ہیں ان حقائق نے مجھے گذشتہ بارہ سال سے اس خدمت علم و فن اور ثروت زبان اردو کے لئے مصروف رکھا ہے میں یہ خدمت پورے خلوص سے سرانجام دے رہا ہوں۔ میرا دل چاہا کہ اس مسرت میں آپ کو بھی شریک کیا جائے۔ لیں۔

"پیامی" کا نومبر ۱۹۸۸ء کا شمارہ ہدیۃً بھجوا رہا ہوں اگر آپ نے اس سے اظہار دلچسپی کیا تو کوشش کروں گا کہ ہر ماہ یہ آپ کو بھجوا تا رہوں داد نہیں چاہتا خواہش رکھتا ہوں کہ پاکستان میں کوئی تو اسے پڑھے۔ ایک بات یہ بتانی ہے کہ علمی و ادبی عظمت کے باوصف "پیامی" باعتبار طباعت بھی پاکستان کا ایک منفرد جریدہ ہے ایک بار پیرس میں پیرس ایڈیشن سے مقابلہ ہوا تو پاکستان کو اول درجہ ملا۔

حکیم محمد سعید چیئرمین ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی

جناب ڈاکٹر افضل اقبال صاحب

سر آغا خان اپنے کردار و عمل کے آئینے میں

سر آغا خان کی ایک شام طرب و عیش کی چشم دید داستان

برصغیر بالخصوص افغانستان کے علاقہ واخان میں آغا خانی ریاست کی خطرناک منصوبہ بندی، پاکستان کے شمالی علاقہ جات پر آغا خانیوں کی یلغار اور گزشتہ دنوں صدرالدین آغا خان کی مسئلہ افغانستان کے سلسلہ میں زبردست سرگرمیاں اور پرنس کریم آغا خان کے حالیہ دورہ پاکستان اور حکومت کے رجحانات اور سیاسی مضمرات، خدا نہ کرے کہ واقعۃً بھی کسی بھیانک اور خطرناک مستقبل کا پیش خیمہ بن جائیں آغا خانیت دینِ اسلام کے خلاف ایک سازش، یہودی فکر و نظر کی علمبردار تحریک، انسانیت کے وجود پر ایک رِستا ہُوا ناسور اور شرم و حیا اور شرافت کے خلاف ایک کھلی بغاوت ہے انکے عقائد اور مذہبی دجل و فریب پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ ہم ذیل میں قارئین کی دلچسپی کے لیے اسمٰعیلیوں کے مذہبی سربراہ سر آغا خان کی "ایک شام طرب و عیش" بلا تبصرہ پیش کرتے ہیں۔ رائے و تبصرہ، پیش بندی اور آئندہ لائحہ عمل قارئین کی اپنی صوابدید پر موقوف ہے۔ ——— (عبدالقیوم حقانی)

یہ ۱۹۵۱ء کے موسمِ بہار کی ایک انتہائی سرد صبح ہے، ۹ بج رہے ہیں اور میں خیابانِ تختِ جمشید تہران میں پاکستان کے سفارتخانے کے استقبالیہ روم میں بیٹھا ہوں۔ ایک خوب صورت رولس رائس چانسری میں داخل ہوتی ہے جس پر کوئی نمبر نہیں صرف ایک تاج کندہ ہے۔ ایک باوردی ڈرائیور لیموزین سے نکل کر استقبالیہ کمرے میں آتا ہے۔ پاکستانی سفیر جن کی رہائش گاہ ذرا فاصلے سے ہے غالباً ناشتے میں مصروف ہیں۔ استقبالیہ کلرک ڈرائیور کو میری طرف متوجہ کرتا ہے۔ ڈرائیور کہہ رہا ہے کیا سفیر صاحب سر آغا خان سے مل سکتے ہیں؟ میں صورتِ حال کو سمجھتے ہوئے بھاگ کر چانسری جاتا ہوں جہاں کار میں کمزور، نحیف اور بیمار آغا خاں اپنے پیروں پر گرم بھورے رنگ کی کشمیری شال ڈالے نیم دراز ہیں۔ میں انہیں ممکنہ گرم جوشی سے خوش آمدید کہتے ہوئے بتاتا ہوں کہ وہ تھوڑے ہی فاصلہ پر اپنی قیام گاہ میں ناشتہ کر رہے ہیں آپ تشریف لائیں میں ابھی انہیں بلوائے لیتا ہوں۔ وہ بڑی نرمی سے میری پیش کش کو مسترد کرتے ہوئے فرماتے ہیں ہم تو صرف ملاقاتیوں کی کتاب پر دستخط کر کے چلے جائیں گے، بے حد مشغول ہیں اور خاصے علیل بھی۔ ہمارا مقصد صرف دوستانہ ملاقات تھی، ہم سفیر صاحب کو اس غیر مناسب وقت میں زحمت نہیں دینا چاہتے۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اتنے معزز مہمان کی پیشوائی کس طرح کروں گھبراہٹ میں دوڑ کر میں ملاقاتیوں کی کتاب لے کر آتا ہوں مگر سر آغا خاں اس پر وہاں دستخط کرنے سے انکار کر دیتے ہیں اور فرماتے ہیں

اسے وہیں کمرۂ استقبالیہ میں لے چلو ہم اس پر وہیں دستخط کریں گے۔ ساتھ ہی فرماتے ہیں: "ہم پاکستانی شہری ہیں کم از کم تعظیم جو ہم اپنے ملک کو دیں وہ یہ تو ہونی چاہئیے کہ ملک سے باہر ہونے کی صورت میں وقتاً فوقتاً ملک کے سفارتخانے جاتے رہیں۔" آغا خان کی وہیل چیئر کار سے نکالی جاتی ہے، اس اثناء میں کئی چپڑاسی اور دیگر لوگ جمع ہو چکے ہیں جو اُن کی استقبالیہ کمرے تک پہنچنے میں مدد کرتے ہیں، وہ واحد رعایت جو آغا خان نے مجھ سے چاہی یہ تھی کہ میں کتاب ان کی گود میں رکھ دوں جہاں وہ آسانی سے اس پر دستخط کر سکیں کیونکہ وہ اُس ڈیسک تک نہیں پہنچ پائیں گے جس پر عام طور پر یہ کتاب رکھی رہتی ہے۔ سر آغا خان تو اپنا کام منٹوں میں نمٹا کر واپس کار میں بیٹھے جو چند ثانیوں میں نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ مگر بقول شخصے، "دیکھنے والوں پہ کافی دیر سکتہ رہا"۔

اتفاق دیکھئے چند ہی منٹ بعد سفیر کبیر پاکستان تشریف لے آئے۔ جیسے ہی اُن کے علم میں آیا کہ سر آغا خان تشریف لائے تھے اور ملاقاتیوں کی کتاب میں دستخط کر کے روانہ ہو گئے ہیں تو وہ بے حد مضطرب اور بے چین ہوئے یہ سفیر ایران میں پاکستان کے پہلے سفیر جناب راجہ غضنفر علی خان تھے جو پاکستان بننے سے پہلے بھی ہندوستان کی عبوری حکومت میں شریک رہ چکے تھے بے حد منجھے ہوئے سیاستدان تھے اور آغا خان کو اپنے ذاتی دوستوں میں شمار کرتے تھے۔

عام طور پر سفراء سفارت خانوں میں آنے والے معزز حضرات کو جواباً اپنے کارڈ ارسال کرتے ہیں اور حسبِ سہولت اور حسبِ مراتب معززینِ وطن کو چائے، کھانوں اور دیگر تقریبات میں مدعو کرتے ہیں۔ مگر آغا خان کوئی معمولی شخصیت نہ تھے وہ پاکستانی ہونے کے ساتھ ساتھ ایرانی شہری بھی تھے اور ان دنوں شاہِ ایران کے خصوصی "ماربل پیلس" میں قیام فرما تھے سفیر صاحب نے فوراً گاڑی نکلوائی اور جوابی ملاقات کے لیے ماربل پیلس پہنچ گئے۔ چند ہی منٹوں بعد وہ آغا خان سے خوش گپیوں میں مشغول تھے۔ آغا خان سے راجہ غضنفر علی خان کی گفتگو جاری تھی کہ شاہ ایران تشریف لے آئے۔ آغا خان تو وہیل چیئر سے اُٹھ نہیں سکتے تھے، ان کے علاوہ سب ہی نے کھڑے ہو کر شاہِ ایران کو تعظیم دی اور ان سے مؤدب انداز میں کچھ گفتگو شروع کر دی، اسی اثناء میں مہمانوں میں چائے پیش کی جانے لگی۔ راجہ صاحب نے ایک ہاتھ میں چائے کی پیالی لے لی اور دوسرے میں شکر دان سے کیوب نکالنے والا چمٹا پکڑ کر شوگر کیوب نکال کر چائے میں ڈالنا چاہی، توجہ شاہ کی طرف ہونے کی وجہ سے توازن بگڑ گیا اور گھبراہٹ میں چائے ان کی پتلون پر اُلٹ گئی، بیروں نے فوراً کپڑا لا کر پتلون صاف کرنے کی کوشش کی، شاہ مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئے مگر راجہ صاحب نے اپنے آپ کو بڑی نازک پوزیشن میں محسوس کیا۔ آئندہ پھر زندگی بھر انہوں نے چمٹے کے بجائے ہاتھ سے کیوب نکال کر چائے کی پیالی میں ڈالے، ساتھ ہی آغا خان سے سفارت خانے میں ملاقات نہ ہونے پر بھی وہ بعد میں زندگی بھر ملول رہے۔

اگرچہ آغا خان کافی علیل تھے پھر بھی راجہ صاحب نے ان کے اعزاز میں ایک زبردست رنگا رنگ عشائیے کا اہتمام کیا اور ان سے مہمانِ خصوصی بننے کی بطور خاص درخواست کی جسے آغا خان نے اپنے دوست کی دلجوئی کی خاطر بخوشی مان لیا۔

یہ عشائیہ صرف عشائیہ نہیں تھا، ڈنر، ڈانس کے علاوہ کئی تفریحات پر مشتمل تھا۔ سوائے شاہِ ایران کے اس محفل میں سارا شاہی خاندان
موجود تھا۔ شاہ کی جڑواں ہمشیرہ شہزادی اشرف پہلوی بے حد قیمتی جواہرات سے مزیّن زرق برق لباس پہنے آغا خان سے بڑے
دلچسپ مذاق کر رہی تھیں۔ شہزادی کے شوہر جو اُس وقت ڈائریکٹر جنرل سول ایوی ایشن تھے ایک دوسرے کونے میں نوجوان خوبرو
شہزادوں سے ہنسی مذاق میں مشغول تھے۔ شاہ کی دوسری بہنیں شہزادی شمس شہزادی فاطمہ وغیرہ بھی موجود تھیں، مگر محفل کی جان
آغا خان کی طویل القامت انتہائی خوبصورت اور پُرکشش فرانسیسی بیگم تھیں۔ ان کی مقناطیسی جاذبِ نظر شخصیت کی وجہ سے
سب پروانہ وار ان کے گرد جمع تھے۔

اس وقت میری ڈیوٹی آغا خان کی وہیل چیئر پر تھی، میں ان کی خدمت کر رہا تھا۔ اس خدمت نے اگرچہ مجھے اس
پُرشکوہ و دلنشنگ محفل کی متعدد دلچسپیوں سے محروم رکھا مگر میں آغا خان کے بے حد قریب ہونے اور انہیں بہتر طور پر جاننے
کی سعادت سے بہر حال مستفید ہوتا رہا، ان کا مذاحیہ انداز اور دلچسپ کٹیلے جملے مجھے ہمیشہ یاد رہیں گے، وہ کس قدر
زندہ دل حسن و جمال کے دلدادہ اور فراخدل ہیں، اس کا مجھے پہلی مرتبہ اندازہ ہو رہا تھا۔ محفل کا دورانیہ کافی طویل تھا۔
سفیر صاحب مختلف میزوں پر جا جا کر مہمانوں کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ اسی اثناء میں آغا خان کو احساس ہوا کہ
سفیر صاحب نے ابھی تک ڈانس میں حصہ نہیں لیا ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں ان کی بیگم صاحبہ کی میز پر جاؤں
اور انہیں بلا کر لاؤں۔ بیگم صاحبہ جو ایک جاذبِ نظر طویل القامت بے حد خوبصورت خاتون تھیں۔ سفیر پاکستان ان سے
کہیں زیادہ طویل القامت تھے، ساتھ ہی اُن کے ایک فٹ اونچے صافے نے انہیں طویل تر بنا دیا تھا۔ انہیں خیال آیا کہ
سفیر اور اُن کی بیگم کا جوڑا بہت اچھا رہے گا۔ انہوں نے کہا اگر مجھ جیسے پستہ قد آدمی سے شادی سے پہلے یہ خاتون سفیر سے
ملی ہوتی تو صورتِ حال مختلف ہوتی۔ پھر بیگم سے مخاطب ہوئے اور کہا "تم سفیر کے ساتھ ڈانس کرو"۔ مگر میں ان کے
ساتھ کیسے ناچوں، انہوں نے تو مجھ سے کہا ہی نہیں ــ بیگم صاحبہ نے احتجاجاً کہا۔ "بیوقوفی مت کرو میری جان"، انہوں
نے کہا: "یہ قوانین مشرق میں نہیں چلتے، سفیر شرمیلا آدمی ہے جاؤ اسے فرش پر کھینچ لاؤ۔"
بیگم صاحبہ نے ایسا ہی کیا، انہوں نے ایک دلآویز مسکراہٹ کے ساتھ سفیر صاحب کو فرش پر کھینچ لیا اور اُن کے
ساتھ رقص کرنے لگیں۔ سفیر صاحب خبط الحواسی کے عالم میں بیگم آغا خان کے ساتھ کھنچے کھنچے پھر رہے تھے، بیگم صاحبہ
بظاہر رقص سے بھرپور انداز میں لطف اندوز ہو رہی تھیں۔ سفیر صاحب نے بیگم صاحبہ سے معذرت کرنی چاہی
"مجھے رقص کی الف ب بھی نہیں معلوم"، مگر بیگم صاحبہ نے جو اپنے شوہر آغا خان کے ایماء کو اچھی طرح سمجھتی تھیں
ایک نہیں سُنی اور کہا "یہ کیا مشکل کام ہے میوزک کی دھن پر بس قدم بڑھاتے رہیئے"۔ سفیر صاحب بغیر کچھ سوچے
ساتھ دیتے رہے۔ سفیر اور بیگم آغا خان محوِ رقص تھے اور سب لوگوں کی نظریں اس خوش قامت اور خوش قسمت جوڑے
پر تھیں، آغا خان بھی اس منظر سے لطف اندوز ہو رہے تھے مگر سفیر پاکستان کی حالت بہت دگرگوں تھی، ان کے پاؤں

بے ڈھنگے پڑ رہے تھے، سانس پھولی ہوئی تھی، پسینے پسینے تھے اور بے حد نروس نظر آ رہے تھے، جب یہ جوڑا بے ڈھنگے انداز میں آغا خان کی وہیل چیئر کے قریب آیا تو آغا خان نے اپنی بیگم کے انتخاب پر انہیں داد دی اور سفیر صاحب سے گفتگو کرنے لگے، انہوں نے دونوں کی شخصیات کی مناسبت اور ہم آہنگی کا ذکر کیا اور کہا آپ دونوں کا جوڑا محو رقص افراد میں سب سے زیادہ موزوں اور ہم آہنگ ہے، آپ ایک دوسرے کے لیے بیحد مناسب ہیں" کیا صرف رقص کے فرش پر"؟ بیگم نے قہقہہ لگاتے ہوئے استہزائیہ انداز میں کہا اور اس قہقہے میں قرب و جوار میں کھڑے سب لوگ شامل ہو گئے۔

رات کافی بھیگ چکی تھی، پارٹی کا جوش و خروش اپنے شباب پر تھا۔ اپنی اپنی جگہ ہر شخص پوری طرح لطف اندوز ہو رہا تھا۔ آغا خان میری طرف دیکھ کر کچھ متاسف ہوئے اور فرمایا "تم کیوں رقص میں حصہ نہیں لیتے جاؤ تم بھی ڈانس کرو"۔ انہیں بے حد مایوسی ہوئی جب میں نے جواباً عرض کیا "سر مجھے ڈانس کرنا نہیں آتا"۔ انہوں نے مجھ سے کچھ پینے کو کہا میں نے پھر عرض کیا "سر میں نہیں پیتا"۔ انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ نہ میں پیتا ہوں نہ ڈانس کرتا ہوں یہاں تک کہ سگریٹ بھی نہیں پیتا۔ انہوں نے کہا "نوجوان آدمی پھر تم کرتے کیا ہو، زندگی ضائع کرنے والی چیز نہیں، مجھے دیکھو اگرچہ بیماری نے مجھے کرسی سے چپکا دیا ہے مگر میں لمحہ بہ لمحہ زندگی سے لطف اندوز ہو رہا ہوں، جوانی کے مزے لو، زندگی سے استفادہ کرو، دیکھو میں اگرچہ ڈانس نہیں کر رہا مگر موسیقی کی ایک ایک تان اور فلور پر ہونے والی ایک ایک جنبش سے لطف اندوز ہو رہا ہوں، رقص نہ کرتے ہوئے بھی رقصاں ہوں"۔ انہوں نے پھر ایک مرتبہ زور دیا کہ میں جا کر اپنی ہم رقص تلاش کر لوں مگر میں نے پھر مؤدبانہ عرض کیا "سر میں کسی شرم و حجاب یا جھوٹے مذہبی لبادے میں ملفوف نہیں حقیقتاً میں رقص سے بالکل نابلد ہوں"۔ انہوں نے پھر کہا کوئی بات نہیں ہر چیز کی ابتدا کرنی پڑتی ہے تم جا کر شروع ہو جاؤ، ڈانس کوئی ایسی مشکل چیز نہیں جسے سیکھنے کے لیے کسی اہتمام کی ضرورت ہو۔ میری نظروں میں اپنے سفیر کا لاچارئیس اور شرمندہ چہرہ گھوم گیا، میں نے ایک مرتبہ پھر معذرت کر لی۔ وہ کچھ بدمزہ ہو کر خاموش ہو گئے مگر پھر کچھ سوچ کر بولے "کوئی بات نہیں رقص نہیں کر سکتے تو کچھ پیو ضرور"۔ میں بار بار کے انکار سے شرمندہ ہو چکا تھا، ان کے اصرار پر شیمپین کے دو گلاس لے آیا، ایک اُن کے لیے دوسرا اپنے لیے۔ ہم دونوں چسکیاں لے لے کر شراب پینے لگے۔ اب آپ سے کیا عرض کروں واقعی شراب پینے میں لطف آیا، مجھے ذائقہ دار محسوس ہونے لگی حالانکہ میں پہلی مرتبہ پی رہا تھا۔

شراب جسے عام حالات میں میں چھونے کی بھی ہمت نہ کر پاتا، آغا خان کی ترغیب پر اور ان کے ساتھ پینے میں مجھے مزیدار لگی اور کوئی شرم، حجاب یا شرمندگی کا احساس بھی نہیں ہوا۔ پیگ مکمل ہوتے ہی مجھے اس شام کی خوبصورتی، جمال اور دلآویزی کا احساس ہونے لگا۔ میرے سامنے اس وقت کی خوب صورت ترین خواتین محو رقص تھیں، مردوں میں طاقتور ترین شخصیات نہ صرف سامنے محو رقص تھیں، اپنی مدمقابل خواتین کے سامنے بچھی جا رہی تھیں، عجز و نیاز کا پیکر بنی ہوئی تھیں۔ مجھے بھی اپنی شخصیت اہم اور دلآویز محسوس ہونے لگی، مجھ میں اعتماد کی لہریں ہلکورے لینے لگیں، پیشِ نظر خواتین میں سے ہر ایک مجھے قابلِ حصول

محسوس ہو رہی تھی، کاگ پر کاگ اُڑ رہے تھے، بہترین کھانے سرو ہو رہے تھے، بہترین شرابوں کی فراوانی تھی۔ ساتھ ہی آغا خان بھی کھلتے جا رہے تھے۔ ان کے دلچسپ تبصرے، رقص و سرود پر ماہرانہ تنقید زبانِ حال سے شاہد تھی کہ اس میدان میں شاید ہی کوئی ان کا مدِ مقابل ہو۔ نوجوان مردوں اور خواتین پر ان کے خوب صورت تبصرے ممکن ہے میں یہاں تحریر نہ کر سکوں۔ مگر مردوں سے چپکی ہوئی عورتوں کو دیکھ کر وہ مجھے ایک جہانِ تازہ کی سیر کرا رہے تھے۔ رقص و سرود کی اس محفل میں کئی وقفے بھی ہوئے مگر گھنٹوں سے پینے والے بھی مدہوش محسوس نہیں ہو رہے تھے۔ تھک جانے والوں کی جگہ نئے جوڑے لے رہے تھے۔ ہمارے سفیر صاحب نے صرف ایک دودھ کا پیالہ پیا تھا مگر محفل کی بھرپور کامیابی انہیں بھی مخمور بنائے ہوئے تھی۔ آغا خان اگرچہ جسمانی طور پر عملِ رقص میں حصہ لینے سے معذور تھے مگر برابر پینے والوں کا ساتھ دے رہے تھے، وہ روحانی طور پر بے حد مسرور تھے، ان کی کرسی رقاص جوڑوں کے قدموں کی طرح فرش پر تھرک رہی تھی۔ وہ بھرپور انداز میں انجوائے کر رہے تھے، چہرہ تازہ گلاب کی طرح کھلا ہوا تھا، سرخ اور مسکراتا ہوا۔

آج میں آغا خان کی شخصیت کے بہت سے رموز سے آشنا ہو گیا تھا۔ میں اگرچہ انہیں بہت پہلے سے جانتا تھا مگر مجھے صرف اس قدر معلوم تھا کہ وہ ایک بے حد متمول شخصیت ہیں۔ ان کے شوق بھی مجھے ہی کیا، سب کو معلوم تھے۔ مثلاً ان کے گھوڑوں کے اصطبل لاثانی تھے، گھڑ دوڑ میں ان کے گھوڑے ہمیشہ اوّل رہتے تھے۔ سیاست ان کے گھر کی لونڈی تھی، فکشن، فلاسفی، روحانیات، جمالیات، خوب صورت پھول اگانا، لکھنا پڑھنا، ان سب کے وہ ماہر تھے۔ دنیا بھر کے سیاست دان، ادیب، شاعر، اسپورٹسمین، ہیرے جواہرات کے شائقین، اُمراء، نواب، سلاطین اور نادر چیزوں کے شائق ان کے احباب میں شامل تھے۔ وہ ایک متمول کمیونٹی کے امام، روحانی لیڈر اور بے تاج بادشاہ تھے، خوبصورت عورتوں اور وجیہہ مردوں کو دعوتیں دینا ان کا شوق تھا۔

ہز ہائی نس سر سلطان محمد شاہ آغا خان اس عمر میں بھی اس قدر انجوائے کر سکتے ہیں، اتنے زندہ دل ہیں اور نوجوان خواتین کی نفسیات پر اس قدر عبور رکھتے ہیں، اس کا مجھے اندازہ نہ تھا۔ یہ ۳۵ سال سے بھی زیادہ عرصے کی بات ہے آج وہ ہم میں نہیں مگر مجھے یقین ہے کہ وہ آج بھی جنت الفردوس میں لطف اندوز ہو رہے ہوں گے، حوروں کے ساتھ رقص کر رہے ہوں گے اور شرابِ طہور کا جام ان کے ہاتھ میں ہوگا۔

(بحوالہ "ڈان" کراچی۔ بشکریہ ہفت روزہ "تکبیر" کراچی)

پی-این-ایس-سی برّاعظموں کو ملاتی ہے۔ عالمی منڈیوں کو آپ کے قریب لے آتی ہے۔ آپ کے مال کی بروقت، محفوظ اور باکفایت ترسیل برآمدکنندگان اور درآمدکنندگان، دونوں کے لیے نئے مواقع فراہم کرتی ہے۔

پی-این-ایس-سی قومی پرچم بردار - پیشہ ورانہ مہارت کا حامل جہازراں ادارہ، ساتوں سمندروں میں رواں دواں

قومی پرچم بردار جہازراں ادارے کے ذریعہ مال کی ترسیل کیجیے

جناب شفیق الدین فاروقی

ختم بخاری شریف کی اختتامی تقریب ——— علامہ محمد محمود دعواف، علامہ مدنی، دکتور زبیر، دکتور فتحی کی آمد

● ——— حسب معمول اس سال بھی تعلیمی سال کے اختتام پر ختم بخاری شریف کی تقریب یکم مارچ ۱۹۸۹ء بروز بدھ صبح دس بجے جامع مسجد دارالعلوم حقانیہ میں منعقد ہوئی۔ پہلے سے کسی دعوت نامے یا اخباری اطلاع کے اہتمام کے بغیر صوبہ سرحد کے مختلف اضلاع اور علاقے بھر سے دارالعلوم کے مخلصین ومحبین، طلبہ کے عزیز و اقارب اور عامۃ المسلمین کا ایک عظیم اجتماع بن گیا ——— جامع مسجد کے وسیع ہال کو اپنی تنگ دامنی کی شکایت رہی، مسجد کا صحن بھی لوگوں سے معمور تھا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب نے بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھائی اور تقریباً پون گھنٹہ حدیث سے متعلق اہم علمی مباحث اور طلبہ کو مستقبل کی علمی اور دینی زندگی گذارنے اور نئی ذمہ داریاں سنبھالنے کی ہدایات دیں۔

دارالعلوم حقانیہ کے لیے یہ پہلا موقع تھا کہ اس کے فضلاء، طلبہ اور متعلقین ختم بخاری کی تقریب میں دارالعلوم کے بانی و مہتمم حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہٗ کی زیارت واستفادہ سے محرومیت محسوس کر رہے تھے۔ اسی احساس نے ابتدائے تقریب ہی سے بعض اکابر علماء، فضلاء اور عام مسلمانوں پر گریہ ورقت کی کیفیت طاری کر دی تھی، اور اس وقت تو شاید ہی کوئی ایسا فرد ہوگا جس کی آنکھیں پرنم نہ ہوئی ہوں جب مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب مدظلہٗ نے حضرت شیخ الحدیث کے جانشین مولانا سمیع الحق مدظلہٗ کو خطاب کی دعوت دیتے ہوئے کہا "یہ پہلا موقع ہے کہ ہم حضرت شیخ الحدیثؒ کی زیارت و ملاقات، استفادہ اور سرپرستی سے محرومیت شدت سے محسوس کر رہے ہیں، نگاہوں کو تجسس ہے مگر شیخؒ اب نظر نہیں آئیں گے، اپنی پیاس بجھانے اور دلوں کی حسرتیں مٹانے کے لیے حضرت شیخ الحدیثؒ کے جانشین مولانا سمیع الحق مدظلہٗ سے درخواست ہے کہ وہ چند ساعات ہمیں اپنی زیارت و ملاقات اور خطاب سے نوازیں کہ حضرت شیخؒ سے محبت اور اشتیاق کی حسرت مٹانے کی تلافی کی یہی ایک صورت ہی تو باقی رہ گئی ہے"۔ چنانچہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ نے بھی خطاب فرمایا جسے ٹیپ ریکارڈ میں بند کر لیا گیا، اگلے شمارہ میں اسے ٹیپ سے نقل کر کے نذر قارئین کر دیا جائے گا۔

اس کے بعد دارالعلوم کے درجہ حفظ و تجوید کے طلبہ کی دستار بندی ہوئی، حضرت مہتمم صاحب مدظلہٗ اور دارالعلوم کے اکابر اساتذہ نے درجہ حفظ کے اس سال میں فارغ ہونے والے چالیس طلبہ کی دستار بندی کی اور اسناد تقسیم فرمائیں۔ اسکے بعد دارالعلوم کے ڈیڑھ سو سے زائد طلباء کی دستار بندی ہوئی جنہوں نے اس سال دارالعلوم حقانیہ میں دورہ حدیث مکمل کرنے کی سعادت حاصل کی ——— طلبہ دورہ حدیث کی دستار بندی جاری تھی کہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہٗ کی دعوت پر عرب علماء کا ایک وفد جناب

محمد محمود الصواف عضو لمجلس التاسیس رابطہ العالم الاسلامی کی قیادت میں جامع مسجد دارالعلوم میں تشریف لایا۔ الشیخ عبدالمجید زندانی وزیرالیمنی، جناب دکتور محمد زبیر سابق رئیس جامعہ جدہ اور جناب فتحی محمد مدیرالمرکزالتعلیمی الاسلامی پشاور بھی ان کے ہمراہ تھے۔ ان کی تشریف آوری سے تقریب کی رونق دوبالا ہوگئی۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے مہمانوں کا تعارف کرایا اور عربی میں اُن سے کی تشریف آوری پر تشکر و امتنان کا اظہار کیا ــــ مولانا مفتی غلام الرحمن مدظلہ نے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ ۔ دارالعلوم کے مشائخ، اکابر اساتذہ، طلبہ اور علمی برادری کی طرف سے عربی زبان میں اضیاف کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا اور دارالعلوم کا اجمالی تعارف کرایا۔ قائد وفد علامہ محمد محمود الصواف اور جناب عبدالمجید زندانی کی عربی زبان میں ولولہ انگیز، پُرتاثیر اور انقلابی تقریریں ہوئیں۔ تمام حاضرین اُن کے نرالے اور مؤثر خطاب سے بیحد محظوظ اور متاثر ہوئے۔ اگلی اشاعت میں اسے بھی ٹیپ سے نقل کر کے اردو ترجمہ کے ساتھ پیش کر دیا جائے گا۔ انشاءاللہ

تقریب دعا پر ختم ہوئی تو مہمانوں نے حضرت مہتمم مدظلہ کے ہمراہ دارالعلوم کے تمام درجات کا تفصیلی دورہ کیا، حضرت شیخ الحدیثؒ کے مزار پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی ۔ دارالحفظ کے چھوٹے بچوں کا قرآن سُنا اور ان کی حوصلہ افزائی کے لیے مختصر خطاب بھی کیا۔ مہمان دارالعلوم کے تفصیلی معائنے سے فارغ ہوئے تو حضرت مہتمم مدظلہ کے ہاں ان کی قیامگاہ پر ظہرانے میں شرکت کی ۔ اس موقع پر مولانا سمیع الحق مدظلہ سے عالم اسلام بالخصوص مسئلہ افغانستان، جہادِ افغانستان کی نازک اور حساس صورتحال، مسئلہ فلسطین، اہم دینی تحریکات اور کئی ایک اہم موضوعات پر مفصل جائزہ و تبصرہ اور تبادلہ خیال ہوتا رہا ۔

عرب مہمان دارالعلوم کے طلبہ، ان کی ہیئت، اساتذہ و مشائخ سے مجالس، دستاربندی اور جہادِ افغانستان میں دارالعلوم کے کردار سے بے حد متاثر اور محظوظ تھے، اور وہ دارالعلوم میں قیام کی ساعات کو اپنی زندگی کے مبارک ترین اور قیمتی لمحات قرار دیتے تھے۔

● ــــ ۵ شعبان کو دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے مولانا محمد یوسف قریشی اور مولانا اشرف علی قریشی کی دعوت پر جامعہ اشرفیہ پشاور میں ختم بخاری کی تقریب میں شرکت کی اور ان کے اصرار پر بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا اور علماء و مشائخ اور طلبہ سے خطاب بھی کیا۔ اس موقع پر ضلع بھر سے علماء و مشائخ، اساتذہ علم، طلبہ، عامۃ المسلمین اور افغان قائدین کے علاوہ افغانستان کی عبوری حکومت کے سربراہ جناب مولانا صبغۃ اللہ مجددی صاحب تشریف فرما تھے۔

● ــــ ۳۰ رجب ــــ بریلوی مکتب فکر کے مشہور رہنما اور ممتاز عالم دین مولانا قاضی اسرارالحق صاحب راولپنڈی سے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے ۔ دفتر الحق میں دارالعلوم کے مہتمم مولانا سمیع الحق مدظلہ سے ملاقات کی ۔ علماء کنونشن کے بعد کی صورتحال، تحریک انقلاب اسلامی کا آغاز اور اہم قومی و ملی مسائل پر تبادلہ خیال کیا۔ بعد میں دارالعلوم کے تمام شعبہ جات کا تفصیلی معائنہ کیا اور بے آب و گیاہ اور پسماندہ علاقہ میں دارالعلوم کے قیام، استحکام اور مثالی کام کو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مرحوم و مغفور کے خلوص و للہیت، کا ثمرہ، ان کی کرامت اور اسلام کا معجزہ قرار دیا۔

قاری عبدالرحمٰن صاحب اچکزئی ۔ کلاچی

نذرانۂ عقیدت
بحضور قائدِ شریعتؒ

عبدِ حقؒ علم و عمل کا اک درخشاں باب تھا
سر زمینِ پاک پہ وہ گوہرِ نایاب تھا

قاسمِ نانوتویؒ اور شیخ مدنیؒ کا نقیب
اصل میں اسلاف کا وہ اک چمکتا باب تھا

عمر بھر حق کے لئے باطل سے جو لڑتا رہا
تیرگی میں روشنی کا وہ ستارہ تاب تھا

روحِ جاں روحِ فزا وہ عبدِ حق مردِ خدا
رہبرِ کامل وہ دیں کا گلشنِ شاداب تھا

خوش مزاج و خوش نظر وہ راحتِ قلب و جگر
کس قدر فرخندہ رو وہ شیخ حقؒ زرناب تھا

علم و تقویٰ میں دیانت میں تھا آپ اپنی نظیر
نعمتِ عظمائے حق تھا مرشدِ کمیاب تھا

کیوں نہ ہو اس کو میسر خلد میں اعلیٰ مقام
روز و شب یادِ خدا میں جس کا دل بیتاب تھا

نورِ عرفاں بجھ گیا ہاں میرِ محفل چل بسا
بالیقیں وہ شیخِ کامل شمعِ عالمتاب تھا

جذباتِ غم

مولانا حکیم عبدالمجید صاحب فاضل دیوبند، پرو چپڑاں، خانپور

"میرے سینہ میں ہیں محفوظ تشریحاتِ عبدالحقؒ"

دریغا چل بسی اب ذاتِ بابرکات عبدالحقؒ
رہیں گے پر ابد تک زندہ ارشاداتِ عبدالحقؒ

مسلسل آخری دم تک دلوں پر اور ذہنوں پہ
علومِ دین کی کرتے رہے برسات عبدالحقؒ

کتاب اللہ، سنت کی اشاعت اور خدمت میں
گذارے عزم سے اپنے ہمہ اوقاتِ عبدالحق

اندھیروں میں اُجالوں کا کیا اس نے سماں پیدا
یقیناً تھے جہاں میں کاشفُ الظلمات عبدالحقؒ

رہیں گے روشن و شفاف چوں شمس و قمر انجم
قیامت تک فلک تاریخ پر حسنات عبدالحقؒ

سوائے حق نہ مانگا اپنا حق استغنیٰ از دیگر
محض تھے خاطرِ حق جملہ پیغامات عبدالحقؒ

برائے کامرانی غازیانِ سرزمیں افغاں
پسِ پردہ رہیں شامل سدا دعواتِ عبدالحقؒ

درخشاں اور تابندہ رہیں گے رہتی دنیا تک
برائے ملک و ملت بے بدل خدمات عبدالحقؒ

کسی سلطان جائر سے نہ جھجکے یہ کبھی ہرگز
کہی ایوان میں بھی برملا حق بات عبدالحقؒ

بحقا آپ حق بیں، حق سیر، حق آشنا، حق گو
خلاصہ یہ سراپا حق ہی حق ذات عبدالحقؒ

کروں بھرپور کوشش مرے بس میں نہیں ہرگز
کہ تفصیلاً بیاں میں کر سکوں حالات عبدالحقؒ

زباں تقریر سے قاصر، قلم تحریر سے عاجز
کہ ہیں بے حدّ و لاتعداد احسانات عبدالحقؒ

خدا نے بہرہ ور مجھ کو کیا اس کے تلمذ سے
مقدر میں مرے تھا کسبِ تعلیمات عبدالحقؒ

رہا میں انکی خدمت دیوبند میں سال بھر کامل
مری رفعت کا ہیں باعث یہی لمحات عبدالحقؒ

ملی مجھ کو اجازت ان سے تدریس طحاوی کی
مرے سینہ میں ہیں محفوظ تشریحات عبدالحقؒ

خداوندا بلطفِ خود مجھے توفیق دے ایسی
کہ جیتے جی کروں میں پیروی خطوات عبدالحقؒ

بیامد بر جہاں ایں غم فزا سن چاردہ صد و نہ
کہ درایں شد وفاتِ حسرتِ آیات عبدالحقؒ

بروز چارشنبہ بست و پنج از ماہِ نو ہجری
زما شد بغتۃً روئے نہاں ہیہات عبدالحقؒ

مری ہے یہ دعا قلباً ہمیشہ حق تعالیٰ سے
کہ اس جیسا کریں ہر کام ذریات عبدالحقؒ

دعا منظور فرما کر مجیبِ غوث کی یا رب
بلند کر جنت الفردوس میں درجات عبدالحقؒ

مولانا سمیع الحق مدظلہ

تعارف و تبصرہ کتب

موتمر المصنفین کی تازہ اور تاریخی پیش کش "ارباب علم وکمال اور پیشہ رزق حلال" طبع ہو کر منظر عام پر آگئی ہے۔ جو مولانا عبد القیوم حقانی کی تصنیف ہے۔ مولانا مفتی غلام الرحمان کا تحقیقی رسالہ "عقیقہ کی شرعی حیثیت" بھی شائع ہو گیا ہے دونوں کتابوں پر پیش لفظ جناب مدیر الحق مولانا سمیع الحق مدظلہ نے تحریر فرمایا ہے ذیل میں وہی تحریر بطور تبصرہ و تعارف کے پیش خدمت ہے (ادارہ)

ارباب علم و کمال اور پیشہ رزق حلال | تصنیف مولانا عبد القیوم حقانی۔ صفحات ۲۳۲۔ کتابت معیاری، طباعت عمدہ اور مضبوط گولڈن جلد بندی۔ قیمت ۱۵ روپے۔ ناشر موتمر المصنفین۔ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک پشاور

اسلام میں علم دین کے حصول، تعلیم و تدریس، اشاعت و تبلیغ اور خدمت علم، عبودیت اور خدا تعالیٰ کی بندگی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں اور الحمد للہ کہ اسلام نے جس قدر اس کے حصول پر زور دیا ہے۔ مسلمانوں نے اسی قدر اشتیاق سے اس کو حاصل کیا ہے۔ اور یہ پھر کسی قوم، قبیلے، خاندان، فرد، ملک یا زبان اور تہذیب کے ساتھ خاص نہیں رہا۔ بلکہ ہر طبقہ اور ہر پیشہ سے تعلق رکھنے والوں نے علم دین کو اپنی میراث سمجھ کر حاصل کیا ہے اور اس کے حصول و اشاعت میں اس امت کے افراد نے جس انہماک کا مظاہرہ کیا ہے دنیا کی کوئی اگلی پچھلی قوم مجموعی اعتبار سے اس بارے میں بھی مسلمان قوم کی ہمسری نہیں کر سکتی۔ مسلمانوں نے ہر زمانے میں دینی علوم و معارف کو اصل سرمایہ افتخار سمجھا۔ وہ مختلف پیشوں میں لگے رہے۔ انسانی حاجات، معاشرتی تقاضوں اور سوسائٹی کی ضرورتوں کے پیش نظر انہوں نے مختلف روزگار اپنائے، اپنے ہاتھ پاؤں کی کمائی سے کسب معاش اور رزق حلال پر توجہ دی۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں اپنی حیثیت اور ذمہ داری کے کام کیے۔ مگر بایں ہمہ وہ علم دین سے کسی لمحہ بھی جدا نہیں ہوئے بالکہ معاشی کاروبار بھی جاری رکھا۔ پیشوں اور معاشی وسائل کی تقسیم جو آج قوموں کے اندر باہمی تفریق، نفرت تشتت اور انتشار کا باعث بنی ہوئی ہے۔ اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام میں کوئی پیشہ، کوئی

کاروبار، کوئی صنعت وحرفت اختیار کرنا باعث عار اور عیب نہیں، پیشہ کو باہمی تفریق وامتیاز کا باعث قرار دینا اسلامی فکر نہیں یہ عجمی اور مغربی ذہن کی پیداوار ہے۔

فاضل محترم برادر گرامی قدر حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی کی تازہ تصنیف "ارباب علم وکمال اور پیشۂ رزق حلال، اس موضوع کی تشریح اور اسی عنوان کی توضیح ہے۔ موجودہ حالات، وقت کی ضرورت، مسلمانوں کو علمی انحطاط کا احساس دلانے، اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی تحریک، قومی اور ملی اقدار کے تحفظ، علم نبوت کے فروغ علمی ودینی قیادت کی تشکیل، علماء اور صالحین امت کا احترام، نوجوانوں میں دینی اور معاشرتی اصلاح اور علمی ذمہ داریوں کے سنبھالنے میں مؤثر انگیخت کا ذریعہ ہوگی۔

مولانا عبدالقیوم حقانی اس سے قبل بھی کئی ایک علمی وتاریخی اور وقیع کتابیں لکھ چکے ہیں۔ موصوف کے دارالعلوم میں کامیاب تدریسی مشاغل، علمی ومطالعاتی انہماک، والد مکرم استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے امالی ترمذی اور افادات پر کام واستفادہ، قدیم مآخذ کے ساتھ جدید عربی اردو کتابوں پر وسیع نظر کی وجہ سے یہ کتاب بھی ان کی دیگر تصنیفات کی طرح بہت سی خصوصیات کی حامل ہے۔ موصوف ابھی تو جواں سال عالم اور صحیح معنوں میں دشت علم وتحقیق کے مسافر ہیں۔ ان کی عمر اور مطالعہ کے ساتھ ساتھ ان کی معلومات، ان کے علم، ان کی وسعت نظر اور ان کی تصنیف وتالیف کی پختگی میں مزید ترقی ہوگی۔ انشاء اللہ

" ارباب علم وکمال اور پیشۂ رزق حلال" میں بھی مصنف نے جدید طرز کی نئی اور اچھوتی طرز تحریر سے جس طرح اپنے موضوع کی وضاحت واہمیت اور اسی سلسلہ میں سلف صالحین کے مقام کی دینی اور تاریخی عظمتوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ اور اچھے اچھے لکھے پڑھے لوگوں کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ مرادآباد (بھارت) کے بزرگ عالم دین حضرت مولانا افتخار فریدی صاحب مدظلہ نے صنعت وحرفت کی انقلاب انگیز ترقی وتوسیع کے اس دور میں بھی مختلف، جدید اور ترقی یافتہ زبانوں میں اس کتاب کا ترجمہ کرنے کا عزم ظاہر فرماکر اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت پر زور دیا ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ ان لوگوں کے لئے بھی زیادہ نافع ہوگا جو مشیخت اور علمی تقدس میں گم ہو کر زندگی کے اس عملی میدان سے بے تعلق ہو کر بیٹھ گئے ہیں ۔ ماہنامہ الحق نے کتابی صورت سے قبل اس سلسلہ مضامین کو باقاعدگی سے شائع کیا۔ پاکستان کے معروف علمی ودینی اور ادبی جرائد کے علاوہ مرکز علم دارالعلوم دیوبند کے ماہنامہ " دارالعلوم " نے بھی بڑے اہتمام سے اس کی قسط وار اشاعت کا سلسلہ جاری رکھا۔

یہ سب کچھ مصنف کی قلم کی برکت، ان کے خلوص اور بالخصوص محدث کبیر، قائد شریعت، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت تلمذ، شرف خدمت اور عشق ومحبت کی حد تک ان سے

وارفتگی اور اس کے نتیجے میں حضرت شیخ رح کی پُر خلوص دعاؤں کی برکتیں ہیں۔ ورنہ موضوع اپنی اہمیت کے باوجود خشک ہے اور اسماء الرجال کی طرز کے تذکرہ و تعارف سے آگے پھیلانا کارے وارد۔ جس کے لئے ذوق سلیم، طبعی مناسبت اور دل گردہ چاہئے۔ پھر خود حضرت امام سمعانیؒ نے "الانساب" میں جس اختصار اور بقدر ضرورت تعارف پر اکتفا کیا ہے۔ وہ آج کے دور میں علمی و ادبی اور مطالعاتی عیاشیوں کے عادی اذہان کب قبول کر سکتے ہیں۔ جناب حقانی صاحب کے اس علمی و دینی، تاریخی اور دلچسپ ادبی ذخیرے سے انشاءاللہ اہل علم اور ارباب دانش بھرپور نفع اٹھائیں گے۔ اور عام اصحاب ذوق حضرات بھی اپنی تشنگی بجھانے کا سامان وافر پائیں گے۔

پیش نظر کتاب کی ایک اہم خوبی زبان کی دلکشی، انداز و اسلوب کی رعنائی، طرز تحریر کی سلاست، روانگی اور شگفتگی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عبارت میں نہ اغلاق ہے نہ دشوار پسندی، نتیجہ یہ ہے کہ آدمی اضطراب اور تردد کے ساتھ کتاب اٹھاتا ہے لیکن جب مطالعہ شروع کر دیتا ہے تو پھر وہ اس وقت تک ہاتھ سے جدا نہیں ہوتی جب تک ختم نہ ہو جائے۔

ہماری دعا ہے کہ مصنف عزیز نے علمی، عملی اور تاریخی سے سلف صالحین کے افکار و اعمال صالح سے متعلق جن نئے گوشوں کو اجاگر کیا ہے اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے جس فکر و نظر کی ضرورت ظاہر کی ہے خدا کرے کہ اسے ہماری ملت کے خواص اہل علم، قومی راہنما، ارباب بست و کشاد بالخصوص علمی و دینی حلقے اور اسلامی و دینی تنظیمیں بھی محسوس کر سکیں اور انہیں عملی میدان میں سلف صالحین کی طرح زندگی کا لائحہ عمل مرتب کرنے کی سعادت حاصل ہو اور مصنف کو اسلامی علوم و معارف اور دین اسلام کی مزید خدمت کی توفیق ارزانی ہو اور وہ دین و ملت اور اسلامی علوم و معارف کی بہتر سے بہتر خدمت کر سکیں۔ (آمین)

عقیقہ کی شرعی حیثیت | تصنیف، مولانا مفتی غلام الرحمٰن۔ صفحات ۹۶۔ حسین اور دلکش ٹائٹل۔ قیمت ۲۰ روپے

موجودہ دور میں جب کہ داخلی طور پر مسلمانوں کے باہمی افتراق و انتشار اور تشتت و افتراق سے ملت مسلمہ رو بہ تنزل و انحطاط ہے۔ اور ان کے اپنے اعمال سے دین اسلام کے غلبہ و عروج اور نفاذ و ترویج کے مشن کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ باہر کے خارجی عوامل باطل قوتیں، لادین طاقتیں بالخصوص مستشرقین نے دین اسلام کے آفاقی حقائق، تعلیمات، ہدایات نظام اسلام کی جامعیت، معاشرت و تہذیب کے لحاظ سے اخلاقی اقدار کی علمبردار تمدن کو اپنے فرسودہ اور رکیک پروپیگنڈہ بے بنیاد اعتراضات اور غلط عقائد و نظریات کی بھرپور لٹریچر کی اشاعت و تقسیم سے ملت اسلامیہ کو زک پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ حدیث سے انکار قطعی نصوص سے بغاوت، مسلمات دین کے خلاف زہریلے لٹریچر کی اشاعت و تقسیم تو ان کا عام معمول ہے۔ اسلام کی عام تعلیمات مسائل، اور نبوی سنن تک کو ہدف بنا کر الحاد و بدعت کے جال پھیلائے جا رہے ہیں۔ چنانچہ بعض

مستشرقین اور نام نہاد روشن خیالوں نے ہمارے ہاں عقیقہ کو بھی اپنی "تحقیق" کا ہدف بنایا، احادیث کو مجروح قرار دیا۔ ائمہ کے اختلاف کی اپنی من مانی تعبیر کی اور طوفان کھڑا کر دیا کہ عقیقہ کی کوئی بنیاد نہیں۔

اس لئے ضرورت تھی کہ عقیقہ کی شرعی حیثیت، فطری ضرورت، ائمہ کے اقوال و آراء۔ اختلاف اور اسباب اور اس کا رتبہ ومقام اور فضیلت و اہمیت پر روشنی ڈالی جائے اور تحقیقی اور اسلامی نقطہ نظر سے تحقیق کر کے ایک جامع مقالہ مرتب کیا جائے۔ اسلامی احکام وشعائر اور تعلیمات کی راہ میں مستشرقین کے مفروضات کی دیواروں کو توڑا جائے۔

خدا کا شکر ہے۔ برادر گرامی قدر فاضل مکرم حضرت مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب مدظلہ العالی مفتی اور استاذ حدیث دار العلوم حقانیہ نے اس موضوع پر ایک مختصر مگر جامع مستند مباحث پر مشتمل رسالہ تحریر فرمایا ہے جس میں موضوع کے تمام پہلوؤں کا نہایت ہی بسط وتفصیل کے ساتھ احاطہ کیا گیا ہے جس سے ائمہ کے اقوال و آراء، دلائل، ترجیحات اور عقیقہ کی شرعی حیثیت نکھر کر سامنے آگئی ہے۔ اور بے جا اعتراضات کے تسلی بخش جوابات سے کتاب کی علمی عظمت میں اضافہ ہوا ہے۔

حضرت مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب کی یہ علمی کاوش خدا کرے کہ قبولیت پائے اور موصوف اپنی بہترین صلاحیتوں سے اس میدان میں اعلیٰ سے اعلیٰ اور عمدہ تحقیقات امت کے سامنے پیش کر سکیں۔ (دونوں کتابیں "مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ" سے دستیاب ہیں)